بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان
اور نہایت رحم والا ہے

دانشکدہ
کی
فخریہ پیش کش

قرآن کے مطالعے سے

ترتیب و تدوین
ریاض آفندی

دوسرا حصہ

قیمت
اندرون ملک : ۵ پانچ روپیے
بیرون ملک : ۱ ایک ڈالر

شعبۂ انتظامیہ : بی ۸ پرتاب نگر
شعبۂ تقسیم و فروخت : ۲۲۵ - لال بہادر
شعبۂ اشتہارات : شاستری مارگ، کرلا
بمبئی ۷۰
ٹیلیفون رابطہ :- ۵۱۳۰۲۹۹ -

تقسیم کار
ثمیر انٹرپرائزیز
بی ۸ پرتاب نگر ۲۲۵ - لال بہادر شاستری مارگ
کرلا، بمبئی ۷۰
ٹیلیفون رابطہ : ۵۱۲۶۳۴۲

قرآن کہتا ہے :-

" جس نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کی اس نے اللہ جل شانہٗ کی اطاعت کی -- "

" جو کچھ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو دیں، وہ مضبوطی سے پکڑے رہو ، اور اسے ترک کرو جسے وہ منع کریں - "

بصد خلوص و احترام

" ایک بندۂ خدا کی جانب سے "

ہم یہ حقیقت فراموش کر بیٹھے ہیں کہ قرآن مجید ہی ہمارا راہنما اور نجات دہندہ ہے، قرآن کریم تمام آسمانی کتابوں میں افضل اور تمام حکمتوں اور خوبیوں کا منبع اور مخزن ہے - اس کا علم حاصل کرنا سارے علوم میں اشرف اور احسن ہے، قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، اس کی فضیلت اور عظمت کا اندازہ انسانی قلب و ذہن نہیں کر سکتا --- !

نیک تمناؤں کے ساتھ

گذارندہ

ایک نیک نام

ترتیب

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ :

" بہترین بیوی وہ ہے کہ جب تم اسے دیکھو تو تمہارا جی خوش ہو جائے ، جب تم اسے کسی بات کا حکم دو تو وہ تمہاری اطاعت کرے اور تم گھر میں نہ ہو تو وہ تمہارے پیچھے تمہارے مال اور اپنی عزت اور آبرو کی حفاظت کرے ۔ "

" عورت جب پانچوں وقت نماز پڑھے ، اپنی عصمت کی حفاظت کرے اور شوھر کی اطاعت کرے تو جس دروازے سے چاہے جنت میں جائے ۔ "

" اللہ جل شانہٗ قیامت کے روز اس عورت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا جو شوھر کی ناشکر گذار ہوگی ، حالانکہ وہ کسی وقت بھی اپنے شوہر سے بے نیاز نہیں ہو سکتی ۔ "

اللہ رب ذوالجلال قرآن حکیم میں فرماتا ہے :

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ (الحجرات — ۱۰)

مسلمانو ۔ ! بیشک تم آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہو ، اسلئے تم اپنے بھائیوں میں ہل مل کر رہو ۔ !

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

کسی مسلمان کے لئے یہ بات جائز نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان بھائی سے تین راتوں سے زیادہ قطع تعلق کئے رہے کہ آمنا سامنا ہو تو ایک ادھر منہ پھیر لے اور دوسرا ادھر اور ان دونوں میں بھلا آدمی وہ ہے جو سلام میں پہل کرے ۔ "

ابتدائیہ

اللہ جل شانہٗ کا لاکھ لاکھ احسان اور شکر ہے کہ " قرآن کے مطالعے سے " حصہ اوّل کا شاندار خیر مقدم ہوا، عوام نے سراہا، خواص نے ستائش کی، اہل علم حضرات نے ہمت افزائی کی، ہر طبقے سے، ہر شعبے سے آفریں، صد آفریں کی صدائیں بلند ہوئیں، ہر کس و ناکس نے اسے وقت کی اہم ضرورت قرار دیا اور اسے جاری رکھنے کا مشورہ دیا، اس سلسلے میں بے شمار خطوط وصول ہوئے، ارادہ ہوا کہ وصول شدہ خطوط کے اقتباسات اس حصے میں شامل کئے جائیں، مگر ضخامت کے ڈر سے اس ارادہ کو ترک کرنا پڑا۔

ہم فرداً فرداً ہر شخص کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہیں، لہٰذا ان سطور کے ذریعہ ہم ان تمام عزیز و اقارب، دوست احباب اور اہل خلوص کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں، جنھوں نے حصہ اول کی نکاسی میں ہمارا ہر ممکن ساتھ دیا۔

" دانش کدہ " کے ذریعے فہم قرآن کے سلسلے کو آگے بڑھانے کے لئے ہم بہت جلد اسکول اور کالج کے طلباء اور طالبات کے مابین مضمون نویسی اور تقاریر کے مقابلوں کا اہتمام کرنا چاہتے ہیں، اس کے علاوہ محلّوں، گلیوں میں درس قرآن کے سلسلہ کو جاری کرنے کے خواہش مند ہیں۔ اس کی ابتداء شہر بمبئی سے ہوگی، اور رفتہ رفتہ اسے پورے ملک میں پھیلانے کی کوشش ہوگی۔

" قرآن کے مطالعے سے " میں شامل مضامین کے اردو اور انگریزی کیسٹ تیار کرنے کے منصوبے پر کام ہو رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی ذات سے قوی امید ہے کہ بہت جلد ان مضامین کے کیسٹ بازار میں دستیاب ہوں گے۔

" قرآن کے مطالعے سے " حصہ اوّل انگریزی میں ترجمہ ہو رہا ہے، دعا کیجئے یہ کام جلد از جلد پایۂ تکمیل تک پہونچے۔

اللہ جل شانہٗ سے پوری امید ہے، وہ ہمارے ارادوں کو ضرور پورا کرے گا۔

" قرآن کے مطالعے سے " حصہ دوم آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس کے بارے میں مجھے کچھ

نہیں کہنا ہے، آپ اسے غور سے پڑھئے اور دیکھئے کہ ہم اپنی کوشش میں کہاں تک کامیاب ہیں؟

اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: "اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی طرف یہ بابرکت کتاب اس لئے نازل کی گئی ہے کہ لوگ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور ارباب عقل و فراست صحیح نتائج اخذ کرکے عبرت اور نصیحت حاصل کریں"

"قرآن کے مطالعے سے" آپ کے ہاتھوں میں دینے کا مقصد یہی ہے کہ اس کے ذریعے اس کے توسط سے آپ اس کی آیات میں فکر و تدبر سے کام لیں اور صحیح نتائج اخذ کرکے اپنی زندگی کو اس دنیا میں بھی کامیاب بنائیں اور اس دنیا میں بھی سرخرو ہوں،

آج ہم قرآن کی حق تلفی کر رہے ہیں اسی لئے قدرت نے ہمیں پستی میں جھونک دیا ہے، ضرورت اس بات کی ہے ہم اس کی آیات پر غور و خوض کریں اور اس کی تعلیمات کی روشنی میں اپنی زندگی بسر کریں تبھی جاکر ہم اس دنیا میں بلند اور سرفراز ہو سکتے ہیں۔

اسی مقصد کے تحت ہم " قرآن کے مطالعے سے " کو گھر گھر پہونچانا چاہتے ہیں،

اللہ تعالیٰ کا پیغام — وہ ازلی اور ابدی پیغام ہے جس پر عمل پیرا ہوکر اہل مکہ نے شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک حکمرانی کی تھی، ہم چاہتے ہیں کہ آج ہماری قوم میں پھر وہی طاقت ایمانی پیدا ہو ہم ایک بار پھر اللہ کے نائب، اللہ کے خلیفہ بن کر اس وسیع اور عریض دنیا پر چھا جائیں اور

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دیں

دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دیں

آخر میں آپ سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ یہ مت دیکھئے کہ کون کہتا ہے بلکہ یہ دیکھئے کہ کیا کہتا ہے اور بس اس پر عمل کرنا شروع کر دیجئے، ان الفاظ کے ساتھ اجازت چاہوں گا — انشاءاللہ زندگی باقی رہی تو تیسرے حصے کے ذریعے پھر نصف ملاقات کا شرف حاصل ہوگا،

والسلام

خادم قرآن

محمد اسحاق محمد عثمان انصاری

گذارشِ احوالِ واقعی

"قرآن کے مطالعے سے"

حصہ اوّل جب شائع ہو کر آیا تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی کہ اللہ جلّ شانہٗ نے اس کم مایہ کی ایک دیرینہ خواہش پوری کی، مگر ساتھ ہی ساتھ ایک نامعلوم خوف سے دل اندر ہی اندر دھک دھک کر رہا تھا کہ پتہ نہیں اسے قبولِ عام حاصل ہوتا بھی ہے یا نہیں۔

اللہ جلّ شانہٗ کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ اُس نے اِس گناہ گار، سیاہ کار اور خطا وار کی لاج رکھ لی اور وہ نامعلوم سا خوف جو اندر ہی اندر مجھ کو کھائے جا رہا تھا، اچانک خوشی اور مسرت میں تبدیل ہو گیا کیونکہ جیسے ہی مجلّی بازار میں آیا اُس کی مانگ ایک دم سے بڑھ گئی، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے ہی خواہ، خیر خواہ، ہمدرد، اور پُرخلوص ساتھی اس کا اتنا شاندار استقبال کریں گے کہ تین ماہ کی مختصر سی مدت میں اس کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ بک جائے گا۔

غرض مخلص دوست احباب کی اس ستائش کو دیکھ کر دل بھر آیا اور سجدۂ شکر بجا لایا کہ اے ربُّ العزّت — ! سچ مچ تو ہی نوازنے والا ہے، تو ہی نکتہ نواز ہے اور تو ہی بندہ نواز بھی — ! بے شک تو ہی ماویٰ اور ملجا ہے، تو چاہے تو ہر ناممکن کو ممکن بنا دے اور اگر تو نہ چاہے تو ممکن بھی ناممکن ہو جائے۔

دوسرے حصّے کا مُسوّدہ بالکل تیار تھا، اِس دوران والدہ محترمہ کی علالت نے طول پکڑا، دوسری طرف میرے بہت ہی قریبی اور مخلص ساتھی ایوب اعظمی صاحب (خوش نویس) اچانک وطن چلے گئے۔ ذہنی انتشار میں مبتلا ہو گیا، سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کتابت کی خار دار وادی کیسے پار کروں؟ کہ اچانک توفیق احمد مل گئے، جنھوں نے اِسے پایۂ تکمیل تک پہونچانے میں میری مدد کی۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے :
جو بندے اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں گے ، وہ قیامت میں انبیاء ، صدیقین ، شہدا اور صالحین کے ساتھ ہوں گے ، جن پر اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے اور یہ سب بہت اچھے رفیق ہیں ۔
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :
پوری سچائی اور ایمان داری کے ساتھ کاروبار کرنے والا تاجر نبیوں ، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا ۔

حضرت رافع بن خدیج رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ حضرت ؐ کون سی کمائی زیادہ پاک اور اچھی ہے ؟ آپؐ نے فرمایا کہ آدمی کا اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنا اور ہر وہ تجارت جو پاکبازی کے ساتھ ہو ۔

بے شک ـــ اُس کی راہ میں آپ ایک قدم بڑھا کر دیکھئے، پھر آپ جان لیں گے کہ اُس کی ربوبیت اور اُس کی قدرت کس کس طرح سے آپ کی اعانت پر آمادہ ہو جاتی ہے، شرط خلوص کی ہے۔

اِس مجلّے کے لئے اُن مشتہرین حضرات کو دوبارہ زیر بار کرنا مناسب نہیں سمجھا، مگر اس کے باوجود چند مُربّیوں نے حصّہ دوم کے لئے بھی اپنی خدمات پیش کیں، ساتھ ہی ساتھ کچھ اور مخلص حضرات نے بھی ساتھ دیا، اس طرح یہ دشوار گذار مرحلہ بھی بہ آسانی حل ہو گیا، اللہ تعالےٰ، اُن سب کو جزائے خیر سے سرفراز فرمائے ـــ! آمین !!!

غرض قدرت نے قدم قدم پر سہولتیں فراہم کیں۔ سچ مچ اُس کے کن کن احسانات کا شکر ادا کروں، اِس مجلّے میں اپنی معلومات سے جو کچھ بھی ہو سکا، اُسے یکجا کرنے کی سعئ میں کہاں تک کامیاب ہوں؟ اِس کا فیصلہ آپ کریں، البتہ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ یہ مضامین، یہ عنوانات آپ کو قرآن فہمی کی جانب راغب کرنے میں ممد و معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

٭

قران مجید ہی ہماری نجات کا باعث ہے، مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم قرآنی تعلیمات کو سمجھنے کی استطاعت حاصل کریں، اگر ہم یہ سمجھیں کہ بے سوچے سمجھے قرآن کریم پڑھنے سے نجات حاصل ہوتی ہے، تو یہ ہماری خام خیالی ہے، اس کی مثال یوں سمجھئے کہ کسی امتحان میں شریک ہونے کے لئے اُس کے تعلق سے جو بھی کتابیں پڑھنی ہوتی ہیں ہم ان کتابوں کو خوب سوچ سمجھ کر پڑھتے ہیں، صرف اس لئے کہ امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل ہو۔

ہمارے سامنے اِس دنیا میں بھی ایک امتحان درپیش ہے اور آنے والی دنیا میں بھی امتحان دینا ہے، اگر ہم ان دونوں امتحانوں میں امتیازی نمبروں سے کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے قرآن شریف کو سوجھ بوجھ کے ساتھ پڑھنا ہوگا، کتاب اللہ کا بغور مطالعہ ہمیں دونوں جہانوں میں کامیابی اور کامرانی عطا فرمائے گا اور ہماری نجات کا باعث بنے گا۔

حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ نے حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ کو خلافت عطا فرماتے وقت قرآن مجید کا ایک نسخہ عطا فرمایا اور کہا: "بادشاہوں کو تاج پوشی کے وقت تلوار پیش کی جاتی ہے، میں تمہیں سلطان الہند بناتا ہوں اور تلوار کے بجائے قرآن پاک دیتا ہوں"۔

حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ نے دنیوی اور روحانی فتوحات کے لئے اپنے محبوب خلیفہ کو قرآن مجید کیوں عطا فرمایا؟ صرف اس لئے کہ قرآن مجید ایک واعظ کی مانند ہے، واعظ کا کام پند و نصیحت کرنا ہے

اور قرآن پاک بھی قدم قدم پر انسان کی راہ نمائی کے لئے اسے پند ونصیحت کرتا ہے اور صحیح راستہ بتاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔ لیکن تمہارے لئے دو واعظ چھوڑ جاؤں گا، جو ہمیشہ تمہیں پند ونصائح سے مستفید کرتے رہیں گے۔ ان میں سے ایک واعظ گویا اور دوسرا واعظ خاموش ـــ!!! واعظ گویا قرآن ہے، اور واعظِ خاموش موت ـــ!"

اگر آج ہم واعظِ گویا سے درس لینا شروع کر دیں تو ہمیں اپنے محلوں میں محفل وعظ منعقد کرنے کی ضرورت نہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے گھر میں ہر روز ایک آیت تلاوت کریں اور اس کے معانی اور مطالب کو سمجھنے کی کوشش کریں، اگر ہم لگن سے اپنے کام میں مگن ہو جائیں تو قدرت خود بخود ذہن کے دروازوں کو کھول دے گی، دل کے کواڑوں کو وا کر دے گی، اور قرآن مجید کی ہر بات ہمارے دل ودماغ میں اترتی جائے گی، کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں نے قرآن مجید کو ان لوگوں کے لئے جن کا ایمان راسخ ہے مشعل ہدایت بنا کر بھیجا ہے تاکہ وہ بقدر کوشش اور بقدر توفیق الٰہی اس سے فیض پاتے رہیں، اس کے برعکس اگر ہم نے قرآن مجید کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی یا ہم نے اسے صرف خیر وبرکت کے حصول کی ایک کتاب متصور کی تو پھر دنیا کے کسی بھی واعظ کی بات ہماری سمجھ میں نہیں آئے گی، کیونکہ جس نے قرآن کو نہیں سمجھا، اس نے کچھ بھی نہیں سمجھا۔

قرآن مجید کی ہدایت کا اثر وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو دل ودماغ کے دروازوں کو کھول کر رکھتے ہیں، جو اپنے دل ودماغ کے دروازوں کو بند رکھتے ہیں، ان پر قرآنی ہدایات کا اثر کیسے ہو سکتا ہے؟ ایسے ہی لوگوں کے لئے قرآن کا ارشاد ہے کہ جن لوگوں کے کانوں اور سینوں کو مہر بند کر دیا گیا، ان پر سچی باتوں کا اثر نہیں ہو سکتا، آنکھیں بند کر کے سورج کی روشنی کی حقیقت کو معلوم نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا ضروری ہے کہ قرآن مجید کی تعلیمات سے مستفید ہونے کے لئے کانوں کے ساتھ ساتھ دل ودماغ کے دریچوں کو بھی کھلا رکھا جائے۔

اگر ہم کو ایک ایسے کمرے میں بند کر دیا جائے کہ جس میں کہیں سے بھی ہوا اور روشنی اندر نہیں آسکتی تو کیا ایسی کال کوٹھری میں ہمارا دم نہیں گھٹنے لگے گا؟ اُس وقت ہم کیا کریں گے؟ بند کمرے کے دروازے اور کھڑکیوں کو کھولنے کی کوشش کریں گے، جان کی بازی لگا دیں گے، مگر گھٹ گھٹ کے مرنا پسند نہیں کریں گے۔

کیا آج کا معاشرہ بلیک ہول کے مانند نہیں؟ کیا اس معاشرے میں ہمارا دم نہیں گھٹ رہا ہے؟

پھر ہم اُس کے اندر سے باہر آنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے ؟ روشنی کو پانے کا جتن کیوں نہیں کرتے؟ اِس طرح سسک سسک کر دم توڑنے سے کیا حاصل ؟

میرے بھائیو — ! اپنے دل میں طلب صادق پیدا کرو۔ طلب صادق ہی سے ایمان کو قوت ملتی ہے یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ جس طرح ہم اپنے دل میں ٹھان لیتے ہیں کہ ہمیں کامیاب زندگی گذارنے کے لئے یہ کرنا ہے، وہ کرنا ہے، یہاں جانا ہے، وہاں جانا ہے، بس بالکل اسی طرح اپنے دل میں ٹھان لو کہ ہمیں روز ایک آیت پڑھنی ہے، سیکھنی ہے، اور سمجھنی ہے اور اس سے جو تعلیم حاصل ہوتی ہے یا اس سے جو سبق ملتا ہے ہمیں اس پر عمل کرنا ہے۔ یہی صحیح کامیابی ہے اور کامیاب زندگی گذارنے کا صحیح رخ بھی۔ اس کے علاوہ جتنے بھی رخ ہیں سب غلط ہیں، سراب ہیں، دھوکہ ہیں۔

ایک روز چند صحابۂ کرام اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: "یا اُمّ المومنین! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور معمولات بیان فرمائیے"۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے جواب میں فرمایا "کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ قرآن الفاظ اور عبارت ہے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک اُس کی عملی تفسیر ہے"۔

مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی قرآن کا پرتو تھی، صحابۂ کرام کی زندگی آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا عکس تھی۔ تابعین کرام، تبع تابعین کرام، ائمہ کرام اور اولیائے کرام نے صحابہ کرام کے اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھ کر زندگیاں بتائیں۔

مگر آج زندگی بسر کرنے کا ہمارا طریقہ کار کیا ہے؟ پیغمبر اسلام، احمد مجتبےٰ، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس سیرت سے لے کر بزرگان دین کی زندگیوں کے حالات پڑھ ڈالئے اور پھر ٹھنڈے دل سے غور کیجئے کہ ہم اپنی زندگی کس طرح گذر بسر کر رہے ہیں؟ ہمارے رہن سہن کے اطوار کیا ہیں؟ ہمارے آداب زندگی کا معیار کیا ہے؟ ہمارے روزمرہ کے معاملات کے طور طریق کیا ہیں؟ زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے اور معمولی سے معمولی گوشے میں بھی ہمیں اسلاف اور اکابرین کی جھلک کہیں بھی نظر نہیں آتی، تو بھلا پھر صراط مستقیم کی ہدایت کیسے ملے گی؟ کہاں سے ملے گی؟ اور کیونکر ملے گی؟

ہمارا شمار تو اُن لوگوں میں ہوتا ہے جو مغضوب اور معتوب ہوئے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج دنیا کی بساط پر مسلمان کی حیثیت ایک پٹے ہوئے مہرہ کی سی ہے۔

اسلام سے پہلے اہل مکہ اور اہل عرب کا شمار جاہل ترین قوموں میں ہوتا تھا، اُن میں دنیا بھر کی برائیاں تھیں، مگر جب وہ اسلام کے دائرے میں داخل ہوئے اور جب انھوں نے قرآن پاک سے اپنا ناطہ جوڑا، جب وہ قرآن مجید کو اعلیٰ اور ارفع مان کر اُس پر غور و خوض کرنے میں جٹ گئے، جب وہ کلام الٰہی

کے حقائق اور معارف دریافت کرنے پر محنت اور کوشش کرنے لگے تو اُسی محنت اور لگن نے اُن کی کایا پلٹ دی، عرب کی تاریخ کو بدل کے رکھ دیا، کیوں کہ عربوں کی قوم جس کو اونٹ چرانے کے سوا اور کوئی کسب نہیں آتا تھا، اِسی کتاب کو پڑھ کر، سمجھ کر اور اُس پر عمل کر کے وہ قوم دفعتًا شتربانی کے درجے سے ترقی کر کے جہاں بانی کے مرتبے کو پہونچ گئی، اس کے برعکس آج ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم حامل قرآن ہیں، ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارا دل ربّ عرشِ جلیل ہے مگر ہمارے یہ سب دعوے غلط اور بے بنیاد ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ہم نے قرآن حکیم سے رشتہ توڑ دیا ہے، اسی لئے آج دنیا میں ہم ذلیل ہو رہے ہیں ؎

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اگر آج بھی ہم قرآن مجید کو اعلیٰ اور برتر مان کر اُس پر غور و خوض کرنے لگ جائیں اُس کے حقائق اور معارف دریافت کرنے پر ایسی ہی محنت صرف کریں جیسی محنت دنیاوی مقاصد کے حصول کے لئے کرتے ہیں تو خدا کی قسم ہمیں آج بھی ایک نئی دنیا مل سکتی ہے ؎

ہم تو مائل بہ کرم ہیں، کوئی سائل ہی نہیں ٭ راہ دکھلائیں کسے؟ رہرو منزل ہی نہیں
تربیت تو عام ہے، جوہر قابل ہی نہیں ٭ جس سے تعمیر ہو آدم کی، یہ وہ گِل ہی نہیں
کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں ٭
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

مگر افسوس اس بات کا ہے کہ وہ قرآن جس کی تعلیمات کا پرتو خاتم النبیین کی سیرت مبارک تھی، وہ قرآن جس کی تعلیمات کو حاصل کرنے میں صحابۂ کرام نے اپنی عمرِ عزیز کا ایک حصہ بتا دیا، اسی قرآن کو ہدایت کا سرچشمہ سمجھنے کے بجائے ہم اُسے صرف خیر و برکت کی ایک کتاب سمجھتے ہیں، زندگی کے مسائل سے قرآن کا تعلق صرف اِس قدر رہ گیا ہے کہ نزع کے وقت اُس کی تلاوت سے جاں کنی کی سختیوں کو آسان کیا جائے اور بعد از مرگ اُس کے ذریعہ سے متوفی کو ثواب پہونچایا جائے۔

قرآن حکیم سے ہماری اس دوری پر اظہار افسوس کرتے ہوئے علامہ اقبالؔ نے ایک روز دردمندی کے لہجے میں فرمایا تھا:

"دنیا میں سب سے مظلوم کتاب قرآن ہے کہ مسلمان اسے بے سمجھے پڑھتے ہیں۔"

اقبالؔ کے خیال کی ترجمانی مرحوم ماہرالقادری کا یہ شعر کرتا ہے ؎

کس بزم میں مجھ کو بار نہیں، کس عرس میں میری دھوم نہیں
پھر بھی اکیلا رہتا ہوں، مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

کچھ عرصہ پہلے اخباروں میں ایک خبر ماں کے رحم میں جنین کی تین منازل کی نشاندہی کے بارے میں شائع ہوئی تھی، مگر آج سے چودہ سو سال پہلے اُس کی صراحت قرآن حکیم نے کردی ہے، صرف یہی نہیں بلکہ ہماری زندگی سے تعلق رکھنے والے معمولی اور غیر معمولی سوالوں کے جواب بھی قرآن حکیم میں موجود ہیں، اور اُن کی وضاحت اور صراحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک سے ہوتی ہے،

سید سلیمان ندویؒ اپنے خطبہ سیرت میں فرماتے ہیں:

"اسلام کے احکام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو تعلیمات انسانوں کو پہونچائی گئیں، قرآن پاک ان کا مجموعہ ہے، بحیثیت ایک پیغمبر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک درحقیقت قرآن پاک کی عملی تفسیر ہے، جو حکم آپ پر اتارا گیا آپ نے خود اس کو کرکے بتایا، ایمان، توحید، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ، خیرات، جہاد، ایثار، قربانی، عزم، استقلال صبر، شکر، ان کے علاوہ حسن عمل اور حسن خلق کی باتیں جس قدر آپ نے فرمائیں ان کے لئے سب سے پہلے آپؐ نے اپنا نمونہ پیش کیا، جو کچھ قرآن میں تھا وہ سب مجسم ہوکر آپؐ کی زندگی میں نظر آیا"

آج بھی قرآن میں سب کچھ ہے، مگر اس کی ایک ادنیٰ سی جھلک بھی ہمیں اپنی زندگی میں کہیں بھی دکھائی نہیں دیتی، کیونکہ ہم نے اس کتاب عظیم کو طلب ہدایت کے لئے پڑھنا چھوڑ دیا ہے، آج ہمارا دل نیکی کی طرف مائل نہیں ہوتا، آج ہمارا قلب صمیم خیر کے بارے میں سوچتا تک نہیں، آج ہمارا من اللہ تعالےٰ کی جانب رجوع نہیں ہوتا، آج ہماری عبادات میں خشوع اور خضوع پیدا نہیں ہوتا، اسباب وعلائل پر نظر ڈالو گے تو پتہ چلے گا کہ ہمارا دل زنگ آلود ہوگیا ہے،

پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے، جس طرح پانی سے لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے"

اصحاب کرام رضؓ نے پوچھا: " اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) دلوں کے زنگ کو دور کرنے والی شئے کیا ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: "موت کو زیادہ سے زیادہ یاد کرنا اور قرآن مجید پڑھنا"
میرے دینی بھائیو ــــ ! اس حدیث کی روشنی میں آج ہی سے قرآن پڑھنے اور سمجھنے میں جٹ جاؤ تاکہ زنگ آلودہ دل صیقل ہو جائیں، اور آنے والی کل میں اللہ جل شانہٗ کے حضور تمہاری حاضری ایک بہتر شخص کی مانند ہو،

صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن کا علم حاصل کرے اور قرآن کا علم پھیلائے"

بس اسی حدیث شریف پر اپنی بات ختم کرتے ہوئے آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ آج ہی سے اس آسمانی کتاب سے ہدایت لینے کی طلب اپنے دل میں پیدا کیجئے، جس کا نام قرآن ہے، جو ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور جس کے علم کے آگے سارے جہان کا علم ناقص اور ادھورا ہے ۔!!!

فقط
آپ کا
ریاض آفندی

بی / ۸ پرتاپ نگر
۲۲۵ لال بہادر شاستری مارگ
کرلا ۔
بمبئی ۴۰۰۰۷۰

قدیرٌ

اس کو کہتے ہیں جو حکمت کے
مطابق جو کچھ چاہے
کرے ۔
اسی لئے اللہ جل شانہ
کے سوا کسی مخلوق کو
قدیر نہیں کہہ سکتے ۔

آیتِ ایمان

اللہ تبارک و تعالےٰ نے " بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو آیتِ ایمان سے تعبیر کیا۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیحؑ پر یہ آیت وحی کرتے ہوئے پوچھا کہ اے ابن مریمؑ کیا تم جانتے ہو کہ یہ آیت کیا ہے؟

حضرت عیسیٰؑ نے جواب میں فرمایا: " اے ربِّ ذوالجلال والاکرام تو علیم ہے، بصیر ہے، خبیر ہے، تیرے سامنے میرا علم ناقص ہے، میں نہیں جانتا کہ یہ آیت کیا ہے؟ "

تب اللہ علیم، بصیر اور خبیر نے ارشاد فرمایا: " یہ آیتِ ایمان ہے "

دوسری روایت ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے حضرت سلیمانؑ کو حکم دیا کہ تمام عُبّاد اور زہاد میں اعلان کرو کہ جس کو آیتِ ایمان سننی ہو تو وہ سلیمانؑ کے پاس آئے۔ چنانچہ سب حضرت سلیمانؑ کے پاس حاضر ہوئے، حضرت سلیمانؑ منبر پر چڑھے۔ اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سنائی، سب خوش ہوئے اور عرض کیا کہ ہم گواہ ہیں اے سلیمان ابن داؤدؑ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اِسے آیتِ ایمان کیوں کہا؟ اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے یہ جانیں کہ ایمان کیا ہے؟

ایمان کے معنی ہوتے ہیں خبر دینے والے کی بات کا سچے دل سے یقین کرنا، اُس میں شک و شبہہ کا مطلق شائبہ نہ ہونا، اِس کی ایک مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ سے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے

مجھے نبوت عطا کی تو بلا کسی تردد کے آپؓ پیغمبر اسلام کی بات پر یقین لے آئے حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور صدّیق کہلائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جس کسی کو اسلام کی طرف بلایا اُس نے کچھ نہ کچھ تردد اور ہچکچاہٹ کا اظہار کیا، سوائے ابوبکر بن اَبی قحافہ کے، میں نے جب اُنھیں اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے بغیر کسی تامل کے فوراً میری آواز پر لبیک کہا۔

ایمان کا ایک رخ تو یہ ہے کہ آپ بلا کسی تردد کے خبر دینے والے کی بات سچے دل سے قبول کریں، اور دوسرا رخ یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد آپ اُس پر ہمالہ کی طرح اٹل رہیں، ہمالہ ہر طوفان، آندھی، سیلاب، گرمی، سردی، بارش، کا مقابلہ کرتا ہے، آندھی، طوفان، اور سیلاب آتے ہیں اُس سے ٹکراتے ہیں اور گذر جاتے ہیں، موسم بدلتے ہیں، گرمی جاتی ہے، جاڑا آتا ہے، جاڑا جاتا ہے تو برسات ہوتی ہے، مگر موسموں کے اس ردوبدل کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا، وہ اپنی جگہ پر قائم تھا، قائم ہے اور قائم رہے گا، اس کی مثال حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا کردار ہے۔

حضرت بلال حبشیؓ کا آقا بے دین تھا اور حضرت بلال حبشیؓ نے دینِ اسلام قبول کر لیا تھا، اس لئے آپؓ کا آقا آپؓ کو مارتے مارتے تھک جاتا تو دوپہر کے وقت ننگا کر کے مکہ معظمہ کی تپتی ہوئی ریت پر لٹا دیتا اور سینے پر پتھر کی سل رکھ دیتا، آپؓ اُس حالت میں بھی یہی کہتے کہ اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے، اِس پر آقا غصے سے آگ بگولہ ہو جاتا اور جھنجلا کر آپؓ کو شریر لڑکوں کے حوالے کر دیتا، وہ آپؓ کے گلے میں رسّی ڈالتے اور آپ کو مکہ کی گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے مگر اس وقت بھی آپؓ اَحَد — اَحَد ہی کہتے، آخر ایک روز حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ کو اِس ظلم سے نجات دلائی اور آزاد کرایا۔

حضرت بلال حبشیؓ نے ایمان کی خاطر اپنے جسم اور جان کی پرواہ نہیں کی اور آج ہمارے ایمان کا یہ حال ہے کہ ایک فساد برپا ہوتا ہے تو ہم اپنے چہرے سے داڑھی منڈا دیتے ہیں کہ کہیں لوگ ہمیں مسلمان جان کر ہلاک نہ کر دیں۔ داڑھی منڈواتے وقت ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ جان اور ایمان کی حفاظت کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے وہ جسے مارنا چاہے، دنیا کی کوئی طاقت اُسے بچا نہیں سکتی، اور وہ جسے بچانا چاہے تو دنیا کی کوئی طاقت اُسے ہلاک نہیں کر سکتی، کیونکہ قرآن کہتا ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ آگے اور پیچھے باری باری فرشتے لگے رہتے ہیں جو خدا کے حکم سے اُس کی حفاظت کرتے ہیں۔

اللہ کے نبی پر ایمان لانے کا بھی یہی مطلب ہے کہ اللہ کے رسول کی تعلیمات کے مطابق اللہ کے بارے میں اعتقاد رکھا جائے اور اس کا اقتضا یہ ہے کہ آدمی کے لئے اللہ کی رضا ہر دوسرے کی رضا پر مُقدّم ہو، اور کسی چیز کی محبت بھی انسان کے دل میں یہ مرتبہ اور مقام حاصل نہ کرے کہ وہ اللہ کی محبت پر اُسے قربان نہ

کر سکتا ہو، قرآن شریف میں اللہ جلّ شانہٗ کا فرمان ہے کہ ایمان والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی کو دوست رکھتا تو ابوبکرؓ کو اپنا دوست بناتا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی دوستی کے بعد بندے کی دوستی کے تمام رشتے خود بخود منقطع ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابراہیم ادہم بلخیؒ کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک روز آپ گھر آئے سب سے چھوٹا بیٹا آپ کی گود میں آکر بیٹھا، شفقت پدری عود کر آئی اور آپ اُسے پیار کرنے لگے کہ اچانک خیال آیا کہ بیٹے کا پیار اللہ کی محبت میں شریک ہو رہا ہے، دعا کی کہ اے اللہ! تیری راہ میں، تیری محبت میں جو شئے بھی شریک ہو تو اُس کو مجھ سے چھین لے، دعا مستجاب ہوئی اور اُسی وقت ننھی جان نے باپ کی گود میں تڑپ کر دم توڑ دیا۔

یہ ہے ایمانِ صادق اور اِسی ایمان کی طرف اللہ تبارک وتعالےٰ نے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ایمان والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں اور جو اس طریقے سے اللہ کو محبوب رکھتے ہیں پھر اللہ بھی اُن کو اسی طرح محبوب رکھتا ہے اللہ ان کا حامی اور مددگار بن جاتا ہے، ان کو تاریکیوں سے نکالتا ہے اور روشنی میں لاتا ہے۔ اور ان سے پوچھتا ہے کہ بتا تیری رضا کیا ہے۔ ایسے باایمان لوگوں کی تعریف اللہ جل شانہ نے قرآن مجید میں اس طرح بیان کی ہے:-

"سچّے اہل ایمان تو وہی لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سُن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں۔ تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے، وہ اپنے رب پر اعتماد رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں ایسے ہی لوگ حقیقی مومن ہیں، اُن کے لئے اُن کے رب کے پاس بڑے درجے ہیں، قصوروں سے درگذر ہے، اور بہترین رزق ہے۔"

(سورۃ الانفال ۲ تا ۴)

قرآن نے دوسری جگہ اہل ایمان کی تعریف ان لفظوں میں کی ہے:

اللہ کی طرف بار بار پلٹنے والے
اس کی بندگی بجالانے والے
اس کی تعریف کے گُن گانے والے، اس کی خاطر زمین میں گردش کرنے والے
اس کے آگے رکوع وسجود کرنے والے
نیکی کا حکم دینے والے
بدی سے روکنے والے

اور اللہ کے حدود کی حفاظت کرنے والے
اور اے نبیؐ اُن مومنوں کو خوش خبری دے دو، (سورۂ توبہ - ۱۱۲)

اس تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ جلّ شانہ نے اِسے آیتِ ایمان اِس لئے کہا کہ اِس آیت کو پڑھنے اور سمجھنے کے بعد بندہ اللہ کی الوہیّت، اُس کی رحمانیت اور رحیمیت کا اِس طرح سے قائل ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ حق شانہ کو سب سے بڑھ کر محبوب رکھتا ہے اور اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں اس طرح دے دیتا ہے کہ دنیا جہان کی فرمانبرداریاں اور اطاعت اس کے لئے ہیچ ہو جاتی ہیں۔ اُس کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا کھانا، پینا، سونا جاگنا، جینا مرنا، اس کی محبت، اُس کی نفرت، اُس کی دوستی اور اُس کی دشمنی سب اللہ کے لئے ہوتی ہے۔ غرض اس کا ہر اعلیٰ سے اعلیٰ اور ادنیٰ سے ادنیٰ کام صرف اللہ کی خوشنودگی، اُس کی رضا اور اُس کی رغبت کے لئے ہوتا ہے۔ اسی فضیلت کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالےٰ نے اس آیتِ ایمان کو لوحِ محفوظ پر اوّلین جگہ عطا فرمائی، اور جب اسے لوحِ محفوظ سے کتابِ مبین میں محفوظ کیا تو وہاں بھی اُس کی اوّلیت کو برقرار رکھا، یہاں تک کہ ایک بندۂ مومن کی زندگی میں بھی اُس کی انفرادیت کو داخل کر دیا کہ جب وہ اپنے گھر سے باہر قدم نکالتا ہے تو بسم اللہ کہتا ہے اور جب اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے تو بسم اللہ کہتا ہے، اپنے جسم کو بستر پر ڈالتا ہے تو بسم اللہ کہتا ہے اور جب بستر سے اٹھتا ہے تو بسم اللہ کہتا ہے، غرض ایک صادق اور سچا مومن اپنے ہر اعلیٰ سے اعلیٰ اور ادنیٰ سے ادنیٰ کام کی ابتداء اِسی آیتِ ایمانی سے کرتا ہے اور اسی اولیت اور انفرادیت کو دیکھتے ہوئے سرورِ کائنات فخرِ موجودات احمدِ مجتبےٰ محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دعا کو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرنے کی تلقین کی۔

حضرت عکرمہؓ سے روایت ہے کہ سب چیزوں سے پہلے اللہ تھا اور کوئی چیز اُس کے ساتھ نہ تھی، اُس وقت اللہ تبارک وتعالےٰ نے نور پیدا کیا اور نور کے بعد لوح و قلم پیدا کئے۔ اس کے بعد قلم کو حکم دیا کہ جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب لوحِ محفوظ پر لکھ دے۔ اس حکم پر قلم نے سب سے پہلے لوحِ محفوظ پر قرآن مجید کو محفوظ کیا کلام اللہ کو لکھنے سے پہلے قلم نے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" لوحِ محفوظ پر لکھا۔

حدیث ہے کہ جب اللہ تبارک وتعالےٰ نے قرآن حکیم کو لوحِ محفوظ پر لکھنے کا حکم دیا تو روشنائی کا پہلا قطرہ حرف "ب" کے نیچے کا نقطہ تھا جس سے بسم اللہ الرحمن الرحیم کا آغاز ہوتا ہے۔

اِسی لئے اللہ تبارک وتعالےٰ نے اسے امن والی آیت قرار دیا، فرشتے اور کل اہلِ فلک اِس مبارک آیت کو پڑھتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالےٰ نے اِس آیت کریمہ کو لوحِ محفوظ سے جبرئیل امینؑ کی مبارک پیشانی میں منتقل کیا اور اِس کے پانچ سو سال بعد حضرت آدم صفی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل فرمائی اُس وقت حضرت آدمؑ نے فرمایا "اب میری اولاد عذاب سے محفوظ رہے گی"، حضرت آدمؑ اِس دنیا سے اٹھ گئے اور یہ آیت شریفہ بھی آسمان

پر اٹھائی گئی ۔

دوسری بار یہ آیتِ مقدسہ حضرت نوحؑ پر آتاری گئی، لہٰذا طوفان نوحؑ کے وقت جب آپ اپنی اُمّت کے ساتھ کشتی پر سوار ہوئے تو غرق ہونے کے خوف سے بِسۡمِ اللّٰہِ مَجۡرٖھَا وَمُرۡسٰھَا کہہ کر کشتی کو رواں کیا۔

خود قرآن مجید میں حضرت نوحؑ کے متعلق یہ نقل ہے کہ آپ نے اپنے باایمان متعلقین اور اپنے ساتھیوں کو جب کشتی میں سوار کرایا تو اُس وقت یہ آیت پڑھی :

قَالَ ارۡکَبُوۡا فِیۡھَا بِسۡمِ اللّٰہِ مَجۡرٖھَا وَ مُرۡسٰھَا ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (ھود - ۴۱)

اور اُس نے کہا کہ اِس میں سوار ہو جاؤ، اللہ ہی کے نام سے ہے، اِس کا چلنا اور اِس کا ٹھہرنا بے شک میرا رب بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے ۔

اس کے بعد یہ مقدس آیت حضرت سلیمانؑ پر نازل ہوئی، اُس وقت فرشتوں نے کہا کہ اب سلیمانؑ کا ملک پورا ہو گیا ۔

ملکۂ سبا اپنے درباریوں سے کہتی ہے کہ میرے نام حضرت سلیمانؑ کا خط آیا ہے جو اللہ، رحمٰن اور رحیم کے نام سے شروع ہوتا ہے، قرآن مجید میں ہے :

اِنَّہٗ مِنۡ سُلَیۡمٰنَ وَ اِنَّہٗ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ (النمل - ۳۰)

یہ سلیمانؑ کی جانب سے ہے اور اس کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوا ہے ۔

ایک روایت ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی پر یہ آیت ایمان لکھی ہوئی تھی ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو پیغمبر حضرت سلیمانؑ اور میرے علاوہ کسی پر نازل نہیں ہوئی اور وہ ہے : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت سلیمانؑ کا دور ختم ہونے کے بعد اللہ تبارک وتعالےٰ نے اِس آیتِ مکرمہ کو آسمان پر اٹھالیا، اور اس کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ پر اُس وقت نازل کی جب نمرود نے آپ کو دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا تھا اور اس آیت کی برکت سے آتشِ نمرود گلزارِ ابراہیمی میں تبدیل ہو گئی تھی ۔

حضرت ابراہیمؑ کا دورِ نبوت ختم ہونے کے بعد حضرت موسیٰ کلیم اللہؑ پر اس آیت شریفہ کا نزول ہوا، روایت ہے کہ یہ آیت حمیری زبان میں عصائے موسوی پر کندہ تھی، حضرت موسیٰؑ نے اسی بابرکت آیت کی مدد سے فرعون اور قارون کو مقہور اور مغلوب کیا ۔

حضرت موسیٰ کے بعد یہ مقدس آیت حضرت عیسیٰؑ مسیح اللہ پر اتری، ابن مردویہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت عیسیٰؑ کو ان کی بزرگ ماں حضرت مریمؑ نے مُعلّم کے پاس بٹھایا تو اُنہوں نے کہا پڑھو " بسم اللہ الرحمٰن الرحیم "

حضرت عیسیٰؑ نے اُستاد سے پوچھا "کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ "بسم اللہ" کیا ہے؟"
استاد نے نفی میں جواب دیا، تب آپؑ نے فرمایا "ب" سے اللہ تعالےٰ کی بلندی، "س" سے اُس کی سنا (یعنی اللہ تبارک وتعالےٰ کا ازل سے وجود) "م" سے اس کی مملکت مراد ہے، اور معبودوں کے معبود کو اللہ کہتے ہیں۔ دنیا اور آخرت میں رحم کرنے والے کو رحمٰن اور صرف آخرت میں رحم اور کرم کرنے والے کو رحیم کہتے ہیں۔
روایت ہے کہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" حضرت عیسیٰؑ کے زبان مبارک پر لکھی ہوئی تھی یہی وجہ ہے کہ آپ نے پیدا ہوتے ہی کلام کیا۔ آپ مریضوں، بیماروں پر دم کرتے تو وہ شفایاب ہو جاتے اور "قُمْ بِاِذْنِ اللہ" کہتے تو مردہ زندہ ہو جاتا، گویا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ایک اعجاز نے آپ کو معجز نما مسیحا بنا دیا۔
آخر میں یہ آیت پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُس وقت نازل ہوئی جب جبرئیل امین اللہ تبارک وتعالےٰ کی جانب سے بارگاہ رسالت میں پہلی بار "اقرا ..... الخ" کی وحی لے کر حاضر ہوئے مگر اس وقت آپ کو آیت ایمان صرف پڑھائی گئی۔ تفویض اس وقت ہوئی جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اِس بات سے ناواقف تھے کہ ایک سورہ کا اختتام کہاں ہوتا ہے اور دوسری سورہ کی ابتداء کہاں سے ہوتی ہے۔
حضرت ابو داؤدؒ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء میں یہ نہیں جانتے تھے کہ ایک سورہ کہاں ختم ہوتی ہے، اور دوسری کہاں سے شروع ہوتی ہے، یہاں تک کہ آپ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوئی، اس سے یہ ظاہر ہوا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم دراصل فصل سورۃ ہے،
حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے حدیث منقول ہے کہ جبرئیل امین جب کبھی وحی لے کر آتے تو پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے۔
احمد مجتبےٰ، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کے بے شمار فضائل اور برکات بیان فرمائے ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:
حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اِس بات کا اعلان فرماتا ہے کہ جس چیز پر بھی اللہ کا نام یعنی "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھی جائے گی، اُس میں لازمی برکت ہوگی۔
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ بیان ہے کہ جو شخص جہنم کے انیس[۱۹] عذاب کے خوفناک نگہبانوں سے نجات چاہے جس کا ذکر انتیسویں[۲۹] پارے میں ہے تو اس کو چاہیئے کہ وہ جہنم سے نجات حاصل کرنے کے لئے "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم" کثرت سے پڑھے۔ اللہ تعالےٰ اِس آیت کے ہر حرف کو جہنم کی ڈھال بنا دے گا۔
ابن کثیرؒ کی ایک روایت ہے کہ بیوی کے پاس جانے سے پہلے، قریب ہونے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم پڑھ لیا کرو، جو اولاد ہوگی وہ صالح ہوگی۔
حدیث ہے کہ جس طرح دائیں ہاتھ سے حرکت کو سنبھالا جاتا ہے، اسی طرح ہر کام کو "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم"

سے شروع کیا جاتا ہے ۔

حدیث نبوی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم کو لوحِ محفوظ پر لکھا تو روشنائی کا پہلا قطرہ حرف " ب " کے نیچے کا نقطہ تھا جس سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا آغاز ہوتا ہے ۔

جس طرح ہر قرآنی آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع ہوتی ہے سوائے سورۂ توبہ کے اسی طرح ہر دعا کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرنے کی تلقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے ۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان ابن عفانؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ کے ناموں میں سے ایک خاص نام (اسم خاص) ہے اور قرب خداوندی کے لئے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور اللہ عزوجل کے درمیان ایسا ہی قرب ہے جیساکہ آنکھوں کی سیاہی اور سفیدی کے درمیان پایا جاتا ہے ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بذاتِ خود ایک مختصر ترین دعا ہے اور کسی دعا سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا ایسا ہی ہے جیسے سونے پر سہاگہ ۔

پیغمبر اسلام احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر عمل سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ دعا پڑھی ۔

۱۔ پانی پینے سے پہلے	بِسْمِ اللهِ	اللہ کے نام سے
۲۔ کھانے سے پہلے	بِسْمِ اللهِ وَعَلٰى بَرَكَتِ اللهِ	اللہ کے نام سے اور اس کی برکت پر
۳۔ سونے سے پہلے	بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ	میں اللہ کے نام سے اپنا پہلو بستر پر رکھتا ہوں ،
۴۔ سوار ہونے سے پہلے	بِسْمِ اللهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا	اللہ کے نام سے اس کا چلنا ٹھہرنا
۵۔ گھر سے نکلتے وقت	بِسْمِ اللهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ رَبِّيْ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ	اللہ کے نام سے بھروسہ کرتا ہوں ، اللہ پر جو میرا رب ہے اور کسی میں زور اور طاقت نہیں سوائے اللہ کے جو اونچا اور بڑا ہے ۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ گھر کا دروازہ بند کرو تو بسم اللہ کہو ، چراغ گل کرو تو بسم اللہ کہو ، برتن ڈھانکو تو بسم اللہ کہو ، کھانا کھانے ، پانی پینے ، وضو کرنے ، سواری پر سوار ہونے اور اترنے کے وقت بسم اللہ کی ہدایت حدیث شریف میں بار بار آئی ہے ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے چھ ادوار میں دنیا کی تخلیق کی اور اس کے بعد عرش معلّٰی پر جا قائم ہوا ۔ خالقِ کائنات ہونے کی بنا پر تمام مخلوقات کے لئے اُس کا نام بابرکت ہونا لازمی ٹھہرا ۔ اس لئے ہر کام کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہیں ۔

قرآن مجید کی ہر سورہ کا آغاز بِسمِ اللّٰہِ الرّحمٰن الرّحیم سے ہوتا ہے، تمام دعائیں بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم سے شروع ہوتی ہیں، اس لئے تمام کام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرنے چاہئیں۔

حدیثِ نبویؐ ہے کہ جو متعدّبہ کام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہے۔

شیخ ابوالعباس احمد بن علی بونی رح اپنی عربی تصنیف شمس المعارف الکبریٰ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"اللہ تبارک وتعالےٰ نے آسمانوں کو ستاروں سے مُزیّن کیا بہشت کو حور و قصور سے آراستہ و پیراستہ کیا، فرشتوں کو حضرت جبرئیل امین سے اعلیٰ اور ارفع بنایا، پیغمبروں کو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فضیلت بخشی۔ راتوں کو شبِ قدر سے مرتبہ عطا کیا، دنوں کو جمعہ سے، مہینوں کو رمضان سے، مسجد کو خانۂ کعبہ سے اور قرآن شریف کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے زینت بخشی۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی افادیت بیان کرتے ہوئے آپ رح لکھتے ہیں:-

تورات، انجیل، زبور اور تمام سابق آسمانی کتابوں کے معنیٰ کا مجموعہ قرآن مجید ہے، قرآن شریف کے معانی کا مجموعہ سورہ فاتحہ ہے، سورۃ فاتحہ کا مجموعہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا مجموعہ "ب" ہے۔ اور "ب" کا مجموعہ اُس کا نقطہ ہے، کیونکہ اللہ تبارک وتعالےٰ فرماتا ہے کہ بِیْ مَا کَانَ وَبِیْ مَا یَکُوْنُ یعنی میرے ہی ساتھ تھا وہ جو تھا اور میرے ہی ساتھ وہ ہے جو ہوگا۔"

شارحین اور مفسرین نے اس مبارک آیت کی تشریح اور تفسیر میں دفتر کے دفتر سیاہ کر دیئے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ اگر سات سمندروں کو روشنائی اور تمام آسمانوں اور زمینوں کو کاغذ بنایا جائے تب بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی توضیح، تشریح اور تفسیر بیان نہیں ہوسکتی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کے لفظی معنیٰ ہیں "اللہ" کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔"

اس میں تین کلمے ہیں (۱) اللہ (۲) رحمٰن اور (۳) رحیم۔ اللہ اسم ذات ہے، رحمٰن اور رحیم اسمائے صفات ہیں۔ اور ان کی اصل رحم ہے۔ اللہ کے رحم کے دو پہلو ہیں، ایک تخلیقی یعنی پیدا کرنا، اور دوسرا ربوبی یعنی پالنا۔ اس کی مثال ماں ہے جو جنم بھی دیتی ہے اور پرورش بھی کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ماں کی کوکھ کو بھی رحم کہتے ہیں، لیکن جس طرح ماں ہر بچے کو یکساں طور سے پیدا کرتی ہے مگر پرورش میں تمیز کرتی ہے، بالکل اسی طرح خدا کی صفتِ رحمٰن

ہر چیز پر یکساں محیط ہے، لیکن صفت رحیم اُن میں تمیز کرتی ہے مثلاً اِس دنیا میں ہر مومن اور کافر اپنی کھیتی سے برابر فصل حاصل کرتا ہے، لیکن آخرت میں اُن کے اعمال کے حساب سے انھیں بدلہ ملے گا، حضرت عیسیٰ مسیح اللہؑ نے اسی صفت کی جانب اشارہ کیا تھا کہ دنیا اور آخرت میں رحم کرنے والے کو رحمٰن اور صرف آخرت میں رحم کرنے والے کو رحیم کہتے ہیں۔

رحمٰن اور رحیم کی مزید وضاحت ان الفاظ میں کی گئی:

اگرچہ الرحمٰن اور الرحیم رحمت سے ہیں، لیکن یہ دونوں اسماء دو مختلف پہلوؤں کو نمایاں کرتے ہیں۔ الرحمٰن کے معنیٰ یہ ہوئے کہ وہ ذات جس میں رحمت ہے اور جس کی رحمت دوست اور دشمن دونوں کے لئے عام ہے اور الرحیم کے معنیٰ یہ ہوئے کہ وہ ذات جس میں نہ صرف رحمت ہے بلکہ جس سے ہمیشہ رحمت کا ظہور ہوتا رہتا ہے اور ہر آن اور ہر لحہ تمام کائنات خلقت اس سے فیض یاب ہوتی رہتی ہے۔

اللہ جل شانہ کی صفات کے لئے رحمٰن اور رحیم دو لفظ اس لئے استعمال ہوئے ہیں کہ ہر قسم کی رحمتیں بیان میں آجائیں اور قدرتِ الٰہیہ کی جملہ رحمتوں کا احاطہ ہو سکے، یعنی آپ اپنے ہر کام کا آغاز اس ذات والا صفات کے نام سے کریں جو جملہ صفاتِ کمالی کا منبع اور سرچشمہ ہے اور آپ اپنی دعا میں اس کی تمام رحمتوں کو جن کا تعلق کمالی قسم سے ہے، واسطہ قرار دیں اور اُن کے وسیع دامنوں کو اپنے لئے سمیٹ لیں، پس اسی مقصد سے یہ دو لفظ ارشاد فرمائے گئے ہیں تاکہ آپ اس کی ہر قسم کی رحمتوں سے مستفید ہو سکیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صفتِ رحمٰن میں رحمتوں کی کون کون سی قسمیں شامل ہیں؛ اور صفتِ رحیم میں کس نوعیت کی رحمتیں شریک ہیں؛ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ دنیاوی نعمتیں صفتِ رحمٰن کا مظہر ہیں، اسی بنیاد پر رحمٰن الدنیا کہا جاتا ہے، یعنی دنیا وصفِ رحمٰن کا مظہر ہے، اُخروی نعمتیں صفتِ رحیم کو ظاہر کرتی ہیں، اسی بنا پر کہا جاتا ہے "رحیم الآخرۃ"۔ یعنی آخرت، وصف رحیم کا اظہار ہے۔

رحمٰن کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ ذات جس کی رحمتیں ہر کہ و مہ اور ہر فرد مخلوق کے لئے عام ہوں، خواہ پھر وہ نیک ہو یا بد، اچھا ہو یا برا، دین دار ہو یا بے دین۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ کافر، مشرک، مرتد، ملحد، کاذب، شرابی، کبابی اور جواری بھی سورج کی روشنی سے استفادہ کرتا ہے، اس کی بے پایاں نعمتوں سے فیض یاب ہوتا ہے اور اس کی بیشمار دولت سے اپنے خزانوں کو معمور کرتا ہے اور دوسری طرف دین دار، اہل ایمان بھی اس سے اتنا ہی مستفید ہوتا ہے۔

عربی لغت کے لحاظ سے "رحیم" صفتِ مُشبّہ ہے اور صفتِ مُشبّہ میں مبالغہ اور زیادتی ہے۔ لہٰذا رحیم کے معنی میں بھی مبالغہ اور زیادتی ہے، یعنی وہ صرف رحم کرنے والا ہی نہیں بلکہ اپنی رحمت سے کہیں زیادہ بڑھ چڑھ کر دینے والا ہے۔ بڑے بڑے انعام دینے والا ہے اور وہ یہ انعام اخروی دنیا میں ہر کہتر اور مہتر کو نہیں دے گا بلکہ اس کے مخصوص بندے رحیم کے خاص الخاص انعام سے فیض یاب ہوں گے۔

حضرت قاضی بیضاویؒ نے سورہ بقر کی تفسیر بیان کرتے ہوئے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ذیل میں لکھا ہے کہ اس دنیا میں نیک و بد سب پر خدا کی رحمت شامل ہے اور آخرت میں رحم کا تعلق فرمانبردار اور نیک بندوں سے ہوگا۔

اللہ جل شانہٗ نے اس آیت کو آیتِ ایمان کہا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت امن کی افادیت، اہمیت اور فضیلت کو روز روشن کی طرح اجاگر کرتے ہوئے ہر وقت اور ہر موقع پر اسے بطور دعا پڑھنے کی تلقین کی کیونکہ آیت بسم اللہ میں تمام دین سمایا ہوا ہے۔ اسم اللہ میں تمام نام سمائے ہوئے ہیں، اللہ کی خاص الخاص صفات تخلیق اور ربوبیت کا اقرار رحمٰن اور رحیم میں ہے، روح کا وجود "اسم الٰہی رحمٰن" سے ہے۔ صفتِ رحمٰن وہ ربانی نفس (سانس) ہے جو سب میں جان پھونکتی ہے۔ حدیث ہے کہ خدا نے کائنات نفسِ رحمٰن سے پیدا کی، قرآن کہتا ہے کہ اللہ نے قرآن اپنی صفتِ رحمٰن سے سکھایا، صفتِ رحمٰن تخلیق سے مختص ہے۔ اس لئے کوئی تعجب نہیں کہ سورہ رحمٰن قرآن کی خوبصورت ترین سورہ ہے کیونکہ اللہ احسن الخالقین ہے یعنی اللہ سب سے اچھا خالق ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ رحمٰن کو زینت قرآن قرار دے کر اس کا اظہار بھی فرمایا ہے۔

چونکہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم دین اور ایمان کی بنیاد ہے، اس لئے رب ذوالجلال نے جب قلم کو لوح محفوظ پر لکھنے کا حکم دیا تو اس نے اپنی نگارش کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کی اور جب خالق کائنات نے ایک مکمل ضابطۂ حیات اپنے بندوں کے ہاتھ میں دیا تو اس ضابطے کی شروعات بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوئی

اللہ، (جو رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی ہے) ہر یقین اور اعتماد کا دوسرا نام ایمان ہے آپ جب اپنے کسی جائز کام کو شروع کرتے وقت کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالےٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے تو آپ کا ذہن اپنے پروردگار کی الوہیت، رحمانیت اور رحمیت کو پورا پورا سمجھ لیتا ہے، اسی مطلب کو سمجھتے ہوئے آپ کو اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَتِ اللّٰہِ کے ساتھ آپ نے جو لقمہ اپنے منہ میں داخل کیا ہے یقیناً یہ حلال کا لقمہ ہے جو آپ کے جسم میں داخل ہونے کے بعد آپ کے جسم کی صحیح پرورش اور پرداخت کرتا ہے، امراض داخلی اور خارجی سے آپ کے جسم کو محفوظ رکھتا ہے آپ میں مدافعت کی قوت پیدا کرتا ہے، آپ کے زہد اور تقویٰ کو قائم رکھتا ہے، آپ کو آپ کے نفس پر حاوی رکھتا ہے، عبادت اور ریاضت میں آپ کی مدد کرتا ہے، جب اس یقین کے ساتھ ایک لقمہ آپ کے جسم میں داخل ہوتا ہے تو رب العالمین کی ربوبیت اُسی انداز سے اُسی طریقے سے ایک لقمے کے عوض آپ کو وہ قوت عطا کرتا ہے جس کا دوسرا نام تقویٰ ہے بزرگانِ دین نے سلوک کے جو مدارج طے کئے اُس کا سب سے بڑا سبب وہ ایمان صادق اور ایمانِ کامل تھا جو انھیں اس ذات واحد پر تھا جو نہایت رحم والا اور بڑا مہربان ہے۔

انسان کبھی کوئی غلط کام اللہ کا نام لے کر شروع نہیں کرتا، انسان کبھی کوئی گناہ اللہ کا نام لے کر نہیں کرتا۔

انسان کبھی اللہ کا نام لے کر بدی کی جانب راغب نہیں ہوتا اللہ کے نام کے ساتھ غلطی اور گناہ کا تصور کبھی آ ہی نہیں سکتا، ہاں غلطی کرنے کے بعد گناہ سرزد ہونے کے بعد بخشائش کے لئے وہ اللہ تعالےٰ کی رحمت سے رجوع ضرور ہوتا ہے کیوں ہوتا ہے؟ صرف اس لئے کہ اُس کا یقین اُسے پکار پکار کر کہتا ہے کہ تیرا اللہ رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی اس لئے اپنی رحمت سے وہ تجھے ضرور معاف کر دے گا تو سچّے دل اور پکے یقین سے توبہ کر۔ تیری توبہ ضرور قبول ہوگی۔ تیرا گناہ ضرور معاف ہوگا اور سچے دل سے توبہ" کرنے والے کی توبہ ضرور قبول ہوتی ہے، اللہ تبارک و تعالےٰ جو غفور الرحیم بھی ہے اپنی رحمت سے معاف بھی کر دیتا ہے مگر اس معافی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آئندہ کبھی گناہ نہ کرنے کا عہد، دوسری بار غلطی نہ کرنے کا وعدہ۔ اگر تائب ہونے کے بعد آپ نے جان بوجھ کر پھر غلطی کی دانستہ پھر کسی گناہ کے مرتکب ہوئے اور اُس کے بعد دوبارہ اُس کی رحمت کو پکارا تو یقیناً یہ ایک دھوکہ ہے۔ فریب ہے اور اللہ کے ساتھ دھوکا اور فریب کا تصور کیا ہی نہیں جا سکتا۔

ابلیس راندۂ درگاہ کیوں ہوا ــــ؟ صرف اس لئے کہ اس نے توبہ نہیں کی وہ اپنی غلطی پر نادم اور شرمسار نہیں ہوا۔

حضرت آدمؑ کی بخشائش کیوں ہوئی ــــ؟ صرف اس لئے کہ آپ نے توبہ کی آپ اپنے کئے پر نادم اور شرمسار ہوئے اور غفور الرحیم کی رحمت سے اس کی رحمت کے طلبگار ہوئے۔

غرض اللہ تبارک وتعالےٰ نے ابتداء ہی میں ایمانِ راسخ پیدا کرنے کی خاطر اپنے بندوں کے لئے بطور ہدایت " بسم اللہِ الرحمٰنِ الرحیم " کا نزول فرمایا تاکہ اُس کے بعد وہ کسی کو رحمٰن و رحیم متصور نہ کرنے لگ جائیں، اس طرح باری تعالےٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اللہ جل شانہٗ کے تصور کی بنیاد کو مضبوط اور مستحکم بنانے کے لئے وحدت الوجود کے خیال کو استحکام اور پائیداری بخشنے کے لئے اِس آیتِ ایمان کے ذریعہ ابتداء ہی میں شرک کی بیخ کنی کر دی،

اللہ رب العالمین کی الوہیت، رحمانیت اور رحیمیت پر پورا پورا یقین رکھنے والا ہی اُس کی حمد و ثنا بیان کر سکتا ہے، لہٰذا آپ دیکھتے ہیں کہ بندہ بسم اللہِ الرحمٰن الرحیم کے فوراً بعد " الحمدللہ رب العالمین " کہتا ہے۔ مگر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پر راسخ ایمان اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب اللہ کا بندہ دل کی گہرائیوں سے اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں۔ گویا " اَشْہَدُ ان لا الٰہ الاّ اللہ کی شہادت " بِسْمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیم کی کلید ہے، اس کے بغیر اُلُوہیّت، رحمانیت اور رحیمیّت کے باب وا نہیں ہو سکتے اور جب تک رحمت کے دروازے نہیں کھلتے، اس وقت تک آپ کامیاب زندگی بسر نہیں کر سکتے۔

آج کا دور ایٹم کا دور ہے، اِس دور میں قلعہ کا تصور کیا ہی نہیں جا سکتا، مگر قدیم زمانے میں تیر و تفنگ سے لڑائیاں لڑی جاتی تھیں، اُن ادوار میں قلعوں کو بڑی اہمیت حاصل تھی، قلعہ دشمنوں سے حفاظت کرتا تھا، قلعے کی مضبوط فصیلوں کے اندر فوج اپنے آپ کو محفوظ تصور کرتی تھی اور کسی قلعے کو فتح کرنا بڑا جنگی کارنامہ

سمجھا جاتا تھا۔ قلعے میں داخل ہونے کا ایک صدر دروازہ ہوتا تھا، یہ دروازہ قلعے میں بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ جب تک دروازہ بند رہتا دشمن قلعے میں داخل نہیں ہو پاتا اور قلعے کے بند دروازے کو کھولنے کی سَو تدابیر کرنی پڑتی تھیں۔

اِس مثال سے مطابقت پیدا کرتے ہوئے قرآن کو قلعہ اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو اُس کا صدر دروازہ کہنا مبالغہ نہیں ہوگا۔ یقیناً قرآن عظیم ایک ناقابل تسخیر قلعہ ہے اور جو کوئی بھی اُس کی پناہ میں آجاتا ہے وہ ہمیشہ امن و امان سے رہتا ہے، تا ابد محفوظ اور مامون رہتا ہے، مگر اُس کی پناہ میں آنے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے دروازے کو کھولنا ضروری ہے، کیونکہ یہ آیت ایمان اُس عظیم اور ناقابل تسخیر قلعہ کا صدر دروازہ ہے اور اُس صدر دروازے کی کلید کلمۂ شہادت ہے۔

مسلمانو! — کلمۂ شہادت سے توحید کے پرستار بن جاؤ تو شرک کے اصنام خود بخود منہدم ہو جائیں گے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا دروازہ تم پر خود بخود کھل جائے گا اور قرآن حکیم تمہیں اپنی حفاظت میں لے لیگا ورنہ یاد رکھو قرآن مجید تمہارا دشمن ہو جائے گا، حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ نے نسخہ کیمیا میں تلاوت قرآن مجید کے باب میں لکھتے ہیں:

> "جاننا چاہئے کہ جس نے قرآن مجید پڑھا اس کا درجہ بلند ہوا۔ پس چاہئے کہ قرآن مجید کی حرمت اور عزت کو پیش نظر رکھے اور اپنے آپ کو افعالِ بد سے بچائے رکھے اور اپنے جملہ معاملات اور احوال میں باادب رہے ورنہ یہ خطرہ لاحق ہوگا کہ قرآن مجید کہیں اُس کا دشمن نہ ہو جائے۔"

اس سلسلے میں پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ میری اُمت کے بیشتر منافق قرآن خواں ہوں گے اور ابو سلیمان دارانیؒ کہتے ہیں کہ دوزخ کے فرشتے مفسد قرآن خوانوں کو بت پرستوں کی نسبت جلد تر پکڑ لیں گے۔

مسلمانو! دوزخ کے فرشتوں کی گرفت تو مرنے کے بعد ہوگی مگر آج تو جیتے جی ضلالت اور خواری نے تمہیں اپنی گرفت میں لے لیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ تم پر قلعے کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور اس بند دروازے کی چابی سے تم ہاتھ دھو بیٹھے ہو، یہی وجہ ہے کہ آج تمہیں دنیا میں کہیں بھی امان نہیں، لہٰذا جس چابی کو تم کھو بیٹھے ہو اسے دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش میں لگ جاؤ تاکہ آیتِ ایمان کا دروازہ تم پر کھل جائے اور تم اِس عظیم اور ناقابل تسخیر قلعے کے اندر محفوظ اور مامون ہو جاؤ جس کا نام "قرآن" ہے جو اللہ کا کلام ہے، جس کی بزرگی اور عظمت کا یہ عالم ہے کہ اگر اُسے کسی پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو وہ اللہ جل شانہٗ کے خوف سے دب جاتا، ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا، صحابہ کرامؓ قرآن حکیم کی آیات کی عظمت اور جلالت سے کانپ اٹھتے۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، آپؐ نے فرمایا "وہی لوگ گھاٹے میں ہیں۔" ابو ذرؓ خوف زدہ ہو گئے کہ شاید اُن کے بارے میں کوئی ایسی بات نازل ہوئی، حالانکہ دراصل آپؐ کی مراد اُن لوگوں سے تھی جو زکوٰۃ نہیں دیتے تھے، اسی طرح جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے پردہ فرمایا، اُس وقت حضرت عمرؓ نے آپؐ کے وصال سے انکار کیا، تلوار میان سے نکال لی، مگر جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آل عمران کی آیت ۱۴۴

سے استدلال فرمایا تو نہ صرف یہ کہ غلطی کا احساس ہوا بلکہ مارے خوف کے زمین پر گر پڑے اور عمر بھر حضرت صدیقؓ کے ممنون اور احسان مند رہے ، مگر افسوس کہ آج ہمارے سیاہ اور تاریک دلوں پر قرآن حکیم کی آیات کا کوئی اثر نہیں ہوتا ، کیوں نہیں ہوتا ؟ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ہمارے دلوں کو زنگ لگ گیا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے دل و دماغ کے دروازوں کو مقفل کر کے رکھ دیا ہے تاکہ اُس میں کہیں سے بھی کوئی بات داخل نہ ہونے پائے ، البتہ اس کا اثر وہی لوگ قبول کرتے ہیں جن کے دل زنگ آلود نہیں اور جن کے پاس سوچنے والا دماغ ، سمجھنے والا دل ، اور دیکھنے والی آنکھیں موجود ہیں اس طرح جس طرح روشنی میں صرف وہی آنکھیں دیکھتی ہیں جن میں بینائی موجود ہو ، اگر آنکھ ہی بے بصر ہو تو سورج کی روشنی بھی چراغِ راہ نہیں بن سکتی ۔

قرآن میں ہو غوطہ زن

خالد برنی
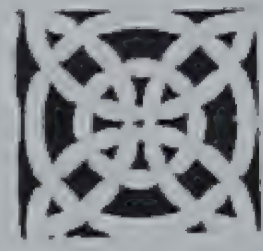
اس دور میں ہر شخص ہے سرگشتہ و حیران
تشکیک کی زد میں ہے مسلمان کا ایمان

اسلام میں الحاد کے پیوند کی ، ترغیب
تعمیر کے پردے میں ہے تخریب کا سامان

خود اپنے ہیں اسلام میں تفریق کے درپے
بے دینی و الحاد کے جاری ہوئے فرمان

ابلیس کے احکام کی تبلیغ و اشاعت
ذہنوں سے فراموش ہے اللہ کا پیمان

ہر صاحبِ ایماں کا مقدر ہوئی تشویس
ہر سمت مسلط ہے عجب طرح کا ہیجان

کچھ وہ بھی ہیں اغیار کے پھندے میں گرفتار
بنتے ہیں جو آیاتِ الٰہی کے نگہبان

جس دین کو اَکْمَلْتُ لَکُمْ حق نے کہا تھا
اُس دین پہ ہے معدودی تکمیل کا بہتان

قُوْا اَنْفُسَکُمْ حکم خداوندِ جہاں ہے
امڈا چلا آتا ہے ہلاکت کا وہ طوفان

اِس دور میں جو چیز محافظ ہے ہماری
قرآن ہے قرآن ہے قرآن ہے قرآن

ایمان کی حفاظت تجھے مطلوب اگر ہے
قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلمان

اللہ کرے تجھ کو عطا جدّتِ کردار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

* تم میں سے جب کوئی کھانے پینے کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ اللہ کا نام لے، کیونکہ اس کھانے میں شیطان شریک ہوجاتا ہے جس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔
* برتن کے اطراف سے کھاؤ، اور بیچ میں ہاتھ نہ ڈالو، کیونکہ برکت بیچ میں نازل ہوتی ہے۔
* کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹ لیا جائے، اور برتن کو بھی صاف کرلیا جائے کیونکہ معلوم نہیں کھانے کے کس ذرہ میں اور کس چیز میں برکت کا خاص اثر ہے۔

قرآن کہتا ہے:

اے اولادِ آدم، ہم نے تم کو پہننے کے لئے لباس عطا کیا تاکہ تمہارے جسم کی ستر پوشی ہوا کرے اور اس کے ساتھ ساتھ تجمل اور آرائش کا سامان بھی، مگر تقویٰ والا لباس تو سراسر خیر اور بھلائی ہے۔

حضرت علیؓ نے جب اپنا لباس پہنا تو کہا؟ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے مجھے یہ لباس زینت عطا فرمایا جس سے میں لوگوں میں آرائش اور اپنی ستر پوشی کرتا ہوں۔

قرآن مجید کی اصطلاحات

سورۃ کا لفظ "سور" سے ماخوذ ہے، اس کے معنی فصیل اور شہر پناہ کے ہیں۔
فصیل کے ساتھ ذہن میں رفعت اور بلندی کا تصور خود بخود آتا ہے۔
عربی زبان میں سورۃ کے معنی رفعت اور عظمت کے ہیں۔
قرآن کی اصطلاح میں قرآن کے ہر باب کو سورہ کہتے ہیں۔
اور اس لئے کہتے ہیں کہ جس طرح فصیل کی وجہ سے ایک شہر زمین کے دوسرے حصوں سے ممتاز اور علیٰحدہ ہو جاتا ہے، اس طرح ایک سورہ بھی قرآن کے ایک حصے سے دوسرے حصے سے ممتاز اور الگ کرتی ہے، نیز اس میں یہ مفہوم بھی پنہاں ہے کہ جس طرح شہر پناہ سے شہر محفوظ ہو جاتا ہے، اسی طرح اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کے مختلف حصوں میں بانٹ کر اس کے الفاظ اور مضامین کو محفوظ فرما دیا ہے،
اور کتاب مبین کو اس ترتیب کی وجہ سے سہل الحفظ بنا دیا ہے۔

سورۃ البقرسے سورۃ الناس تک قرآن مجید کی سورتوں کی تعداد ایک سو چودہ (۱۱۴) ہے اور ان کی ترتیب اس طور پر ہے کہ اس سے قرآن حکیم میں ایک آہنگ پیدا ہوگیا ہے، سورتوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت ربانی کے مطابق ترتیب دیا ہے، یعنی یہ ترتیب توقیفی ہے اور جس طرح ہر سورت اور ہر آیت کی ترتیب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص ہدایت کے مطابق عمل میں آئی ہے۔
اسی طرح پورے قرآن مجید کی ترتیب بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے مطابق کی گئی ہے، تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ سورتوں کے نام بھی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کی ہدایت کے مطابق مقرر کئے ہیں، سورتوں

نام بعض اوقات محض سورۃ کے پہلے لفظ ہی سے ماخوذ ہیں، مثلاً طٰہٰ، یٰسین اور ق۔ بعض اوقات سورت کے اندر سے کوئی نمایاں لفظ لے کر سورت کا نام تجویز ہوا ہے، مثلاً سورہ بقر، سورہ عنکبوت، سورہ زخرف، سورہ نمل اور بعض اوقات سورہ کے اندر بیان کردہ کسی اہم بحث کا نام لیا گیا ہے، مثلاً آلِ عمران۔

قرآن مجید کی بعض سورتیں طویل ہیں، بعض متوسط ہیں اور بعض مختصر ہیں۔ جو لوگ قرآنی علوم سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ قرآن مجید کی ہر مختصر سورہ بھی اپنے مفہوم اور مُدّعا کے لحاظ سے اپنے دامن میں بے پناہ وسعتیں لئے ہوئے ہے۔

قرآن مجید کی طویل ترین سورہ سورۂ بقرہ ہے۔ اِس سورہ میں دو سو چھیاسی آیات چھ ہزار ایک سو اکیس کلمات پچیس ہزار پانچ سو حروف اور چالیس۴۰ رکوع ہیں۔

قرآن مجید کی مختصر ترین سورہ، سورۂ کوثر ہے۔ اس سورہ میں تین آیات، دس کلمات، بیالیس حروف اور ایک رکوع ہے۔

آیت کے لغوی معنی نشانی کے ہوتے ہیں، یعنی واضح علامت اور نشانی، قرآن مجید کی سورتوں کے ٹکڑوں کو آیات کہا گیا ہے، ہر آیت ایک مکمل جملہ ہے جو اپنے ماقبل و مابعد سے منقطع ہو۔

قرآنی آیات اللہ جل شانہٗ تک ہماری راہ نمائی کرتی ہیں، جس طرح سفر کی سہولت کے لئے راستے یا منزل پر علامات یا نشانات قائم کئے جاتے ہیں، اسی طرح قرآنی آیات اس راہ پر نشانات یا علامات کی حیثیت رکھتی ہیں جن کے سہارے ہم بقائے رب کی منازل طے کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق قرآن مجید کی آیات کی تعداد چھ ہزار چھ سو سولہ ۶۶۱۶ ہے اور ایک روایت کے مطابق چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ ہے، تفصیل درج ذیل ہے۔

اقسامِ آیات

۱	آیاتِ وعدہ	ایک ہزار	1000
۲	آیاتِ وعید	ایک ہزار	1000
۳	آیاتِ نہی	ایک ہزار	1000
۴	آیاتِ امر	ایک ہزار	1000
۵	آیاتِ قصص	ایک ہزار	1000
۶	آیاتِ مثال	ایک ہزار	1000
۷	آیاتِ تحلیل	دو سو پچاس	250

۸	آیاتِ تحریم	دو سو پچاس	۲۵۰
۹	آیاتِ تسبیح	سو	۱۰۰
۱۰	آیاتِ متفرق	چھاسٹھ	۶۶
	کل آیات	چھ ہزار چھ سو چھاسٹھ	۶۶۶۶

سورتوں اور آیات کی تقسیم خود اللہ تعالےٰ کی طرف سے تھی، لیکن بعد میں اہل علم نے قرآن مجید کو پورے تیس ۳۰ حصوں میں تقسیم کیا، ہر حصے کو عربی میں جزو اور فارسی میں پارہ کہتے ہیں۔

ہر پارے کو مزید پندرہ سے بیس حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، ہر حصہ رکوع کہلاتا ہے، ایک رکوع میں کم و بیش دس آیات ہوتی ہیں۔ پورے قرآن میں پانچ سو چالیس ۵۴۰ رکوع ہیں۔

قرآن مجید کے مطالعہ کے لئے کم از کم مدت ایک ماہ ہے، اس لئے اہل علم نے قرآن مجید کو مقدار کے لحاظ سے تیس ۳۰ حصوں میں تقسیم کیا ہے، اس تقسیم میں معنی اور مضمون کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہے۔

لیکن رکوع کی تقسیم میں معنی، تعداد آیات، اور مضمون تینوں کا لحاظ رکھا گیا ہے، اگر آیات لمبی ہیں تو ایک رکوع کم آیتوں پر مشتمل ہے۔

رکوعات کی تقسیم کے وقت یہ بھی پیش نظر رکھا گیا ہے کہ ایک مسلمان عام طور پر نماز میں کس قدر تلاوت کرتا ہے، ایک حصے کا نام غالباً اس لئے بھی رکوع رکھا گیا ہے کہ نماز میں قیام کے بعد رکوع آتا ہے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سات دن میں قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے روزانہ دور کے لئے آپؐ نے سورتیں تقسیم کر لی تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزانہ دور کو ایک حزب یا منزل کہتے ہیں۔ اس لئے قرآن میں سات منزلیں ہیں، ان منزلوں کی ترتیب اس طرح ہے:

پہلی منزل	سورۂ فاتحہ سے	سورۂ نساء تک
دوسری منزل	سورۂ مائدہ سے	سورۂ توبہ تک
تیسری منزل	سورۂ یونس سے	سورۂ نحل تک
چوتھی منزل	سورۂ بنی اسرائیل سے	سورۂ فرقان تک
پانچویں منزل	سورۂ شعراء سے	سورۂ یٰسین تک
چھٹی منزل	سورۂ وصف سے	سورۂ الحجرات تک
ساتویں منزل	سورۂ قٓ سے	سورۂ ناس تک

ربع: ربع کے معنی ہیں ایک چوتھائی، پاؤ، ۱/۴۔ پارے یا جزء کا ۱/۴ حصہ ربع کہلاتا ہے۔

نصف : نصف آدھے کو کہتے ہیں، ½ ۔ پارے یا جز کا آدھا حصّہ نصف کہلاتا ہے ۔
ثلث : ثلث یعنی تین چوتھائی، پونا، ¾ پارے یا جز کا ¾ حصہ ثلث کہلاتا ہے ۔
سبع اطوال : سبع کے معنیٰ ہیں سات، اطوال، طول کی جمع ہے، اس کے معنیٰ لمبے کے ہوتے ہیں، سبع اطوال کا اشارہ سات طویل سورتوں کی طرف ہے جو یہ ہیں۔

۱۔ سورۂ بقر ۲۔ سورۂ آل عمران ۳۔ سورۃ النساء ۴۔ سورۂ مائدہ ۔
۵۔ سورہ انعام ۶۔ سورۂ اعراف ۷۔ سورۂ انفال مع سورۂ توبہ ۔

(۱) سبع المئین ۔ وہ سورتیں جن میں کم وبیش سَو آیات ہوتی ہیں اس ضمن میں سورۂ یونس سے سورۂ فاطر تک ۱۰ سورتیں شامل ہیں۔

(۲) سبع المثانی ۔ یعنی سات مثانی سورتیں، ان سورتوں کو مثانی اس لئے کہا گیا کہ ان میں قصص کو دہرایا گیا ہے بار بار نصیحتیں کی گئیں ہیں، ان سورتوں میں سَو سے کم آیات ہیں۔ اس عنوان کے تحت سورۂ یٰسین سے سورۂ قٓ تک کی سورتیں آتی ہیں۔

(۳) مفصّل ۔ سورۂ قٓ سے سورۂ ناس تک کے حصے کو مفصّل کہتے ہیں، سورۂ قٓ چھبیسویں پارے میں ثلث کے بعد ہے ۔ مُفصّل اس لئے کہتے ہیں کہ یہ چھوٹی چھوٹی علیحدہ سورتیں ہیں ۔ ان کی تین قسمیں اس طور سے ہیں ۔

(۱) طوالِ مفصّل : قٓ سے مرسلٰت تک
(۲) اوساطِ مفصّل : نبا سے ضحیٰ تک
(۳) قصارِ مفصّل : الم نشرح سے ناس تک

(۴) تعوذ و استعاذہ ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

(۵) تسمیہ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۶) معوذتین ۔ اس کے معنیٰ ہیں پناہ مانگنے والی دو سورتیں. سورۂ فلق اور سورہ الناس، کو معوذتین کہتے ہیں ۔ حضرت امام بیہقیؒ نے دلائل ثبوت میں لکھا ہے کہ یہ دونوں سورتیں ایک ساتھ نازل ہوئیں، اسی وجہ سے دونوں کا مجموعی نام معوذتین ہے ۔

یہ قرآن کی دو آخری سورتیں ہیں، ان کے الگ الگ نام ہیں، لیکن ان دونوں کے درمیان ایک گہرا تعلق ہے اور ان کے مضامین ایک دوسرے سے قریبی مناسبت رکھتے ہیں اس لئے ان کا ایک مشترک نام رکھا گیا معوذتین ۔
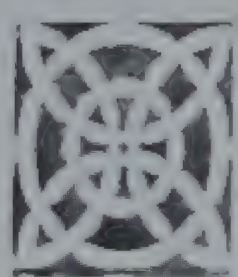
حفاظتِ قرآنِ کریم
کی
مختصر تاریخ

قرآنِ حکیم

اللہ جلّ شانہٗ کا کلام ہے۔ کلامِ الٰہی
ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ازل سے "لوحِ محفوظ" میں
اس کی حفاظت کی ہے۔ یہ لوحِ محفوظ سے دو مرتبہ
نازل ہوا۔

پہلی مرتبہ یہ پورا کا پورا "بیتِ عزّت" میں نازل کیا گیا۔ "بیتِ عزت"
آسمانی دُنیا میں ایک مقام کا نام ہے۔ اسے "بیت المعمور" بھی کہتے ہیں۔ یہ
فرشتوں کی عبادت گاہ ہے اور آسمان پر خانۂ کعبہ کے بالکل مقابل واقع ہے۔

علامہ ابو شامہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیت المعمور یا بیتِ عزّت میں قرآنِ حکیم کے نزول کی حکمت کے بارے
میں لکھا ہے:

"اس سے قرآنِ حکیم کی رفعتِ شان کو واضح کرنا مقصود تھا۔
اور اس مقام کے ملائکہ کو یہ بات بتائی تھی کہ یہ اللہ کی آخری کتاب
ہے۔ جو اہلِ زمین کی ہدایت کے لئے اُتاری جانے والی ہے۔"

اس طرح اللہ تعالےٰ کی یہ کتاب لوحِ محفوظ کے علاوہ بیت المعمور میں بھی محفوظ ہے۔

دوسری مرتبہ قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تھوڑا تھوڑا کر کے حسبِ ضرورت نازل کیا جاتا رہا یہاں
تک کہ تیئیس ۲۳ سال میں اس کی تکمیل ہوئی۔

اس طرح قرآن مجید اُمّتِ محمدیہ کے قلب کے علاوہ اور دو جگہوں پر محفوظ ہے۔ ایک لوحِ محفوظ اور دوسرے

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

- علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے ۔
- خالق دو عالم کی صناعی پر ایک گھنٹہ غور و خوض کرنا ستّر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔
- میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔
- جو طلب علم کی راہ میں نکلتا ہے، فرشتے اس کی راہ میں پَر بچھاتے ہیں۔
- عالم کے قلم کی روشنائی شہید کے خون سے بہتر ہے ۔

حضرت عثمان بن عفانؓ نے اپنے دورِ خلافت میں مسجد نبوی کو بہت بڑھایا، اس کی دیواریں چونے اور پتھر کی تیار کیں، جس میں نقش بنے ہوئے تھے اور اس کے ستون منقش پتھروں کے لگائے ۔ (ابوداؤدؒ)

بیت المعمور یا بیت عزت ،

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ قرآنِ حکیم کلام الٰہی ہے ، یہ تین مقامات پر محفوظ ہے ، نمبر ایک لوح محفوظ ، نمبر دو بیت عزت اور نمبر تین مومن کا سینہ ۔

میں نے مومن کا سینہ اس لئے کہا کہ خود اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کو دوسری آسمانی کتابوں کے مقابلے میں یہ امتیاز عطا فرمایا ہے کہ اس کی حفاظت قلم اور کاغذ سے زیادہ حفاظ کے سینوں سے کرائی ، چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپؐ سے فرمایا :-

" میں تم پر ایک ایسی کتاب نازل کرنے والا ہوں جسے
پانی دھو نہیں سکے گا "

یعنی دنیا کی دوسری کتابیں دنیاوی آفات یعنی سیلاب ، آندھی ، طوفان ، بارش ، زلزلہ کی وجہ سے ضائع ہو سکتی ہیں ، مگر قرآن کریم کو کوئی بھی دنیاوی آفت اس آفاقی دنیا سے نیست و نابود نہیں کر سکتی ، کیونکہ وہ مسلمانوں اور مومنوں کے دلوں میں محفوظ ہے ۔

اسلام میں قرآن کریم کی حفاظت کے لئے سب سے زیادہ زور حافظہ پر دیا گیا ہے ، اللہ جل شانہٗ نے پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا حافظہ عطا فرمایا تھا کہ ایک مرتبہ وحی نازل ہونے کے بعد آپؐ اسے ازبر کر لیتے ، لہٰذا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سینۂ مبارک قرآن کریم کا سب سے زیادہ محفوظ اور مامون خزانہ تھا ، اور کیوں نہ ہوتا ، جب کہ حاکم الحاکمین نے اپنی حکمت سے بعثت سے پہلے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک سینہ کو قرآن حکیم کی حفاظت کے لئے مصفا کر دیا تھا اور وحیٔ اولیٰ کے وقت حضرت جبرئیلؑ امین کے توسط سے آپؐ کے پاک سینے کو انوار الٰہیہ سے منور کر دیا تھا ، یہی وجہ ہے کہ اس گنجینۂ مبارک میں قرآن شریف اس طرح محفوظ اور مامون تھا کہ اس میں کسی ادنیٰ غلطی یا ترمیم ، تغیر اور تبدل کا امکان نہیں تھا ، اس کے باوجود آپ مزید احتیاط کے لئے ہر سال رمضان کے مہینے میں حضرت جبرئیلؑ امین کو قرآن شریف سنایا کرتے ۔

ہم ماہ رمضان میں کثرت سے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں ، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ادا کرتے ہیں ۔ اس تلاوت میں ہمیں خاص بات کا اضافہ کرنا چاہیے کہ ہمیں تنہا قرآن مجید تلاوت نہیں کرنا چاہئے بلکہ رات میں حلقہ بنا کر ایک دوسرے کو سنانا چاہئے اس سے قرأت کی تجوید ہوتی ہے ، تلفظ کی اصلاح ہوتی ہے ، مخرج درست ہوتے ہیں اور اعراب کی غلطی نہیں ہو پاتی ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی دور میں حضور بذاتِ خود صحابۂ کرام کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے ، انھیں الفاظ یاد کراتے ، معانی اور مطالب سکھاتے ، خود صحابۂ کرام کو قرآن شریف سیکھنے کا ، اسے یاد رکھنے کا اتنا شوق تھا کہ ہر شخص اس معاملے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی فکر میں رہتا ، بعض عورتوں نے نکاح کے موقع پر حق مہر قرآن کریم

کی تعلیم دینا مقرر کیا، یعنی اپنے شوہروں سے سوائے اس کے کوئی مہر طلب نہیں کی کہ وہ انھیں قرآن عظیم کی تعلیم دیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رض فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص ہجرت کر کے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ آتا تو آپ اسے انصاریوں میں سے کسی کے حوالے فرماتے تاکہ وہ اسے قرآن عظیم سکھائے، مسجد نبوی میں قرآن سیکھنے اور سکھانے والوں کی آوازوں کا اتنا شور ہونے لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تاکید فرمانی پڑی کہ اپنی آوازیں پست کرو، تاکہ مغالطہ پیش نہ آئے۔

اہل عرب اپنی حیرت انگیز قوت حافظہ کی وجہ سے دنیا بھر میں ممتاز تھے، انھیں صرف خاندانوں اور قبیلوں کے نسب نامے اور شجرے ہی ازبر نہیں تھے بلکہ گھوڑوں کا حسب نسب بھی ان کی یادداشت میں محفوظ رہتا، طویل طویل قصائد وہ منہ زبانی اس طرح پڑھتے جیسے کسی نے ان کے سامنے کتاب کھول کر رکھ دی ہو، وہ پرکھوں کی باتیں اس انداز سے بیان کرتے گویا برسوں پرانی نہیں ابھی کل کی بات ہے، پشت در پشت کی خاندانی روایات اور حکایات بیان کرنے پر تل جاتے تو اس طرح بیان کرتے گویا یادداشت کا ایک دریا ہے جو امڈا چلا آرہا ہے اور وہ یہ سب باتیں فخریہ انداز سے بیان کرتے، گویا اپنے حافظے، اپنی یادداشت پر انھیں ناز تھا۔ اس طرح قدرت نے قرآن حکیم نازل فرمانے سے پہلے ہی اہل عرب کے ذہنوں کی نشو ونما اور تربیت کچھ اس انداز سے کی کہ وہ خود بخود کتاب اللہ کے حافظ بن گئے، یعنی انھیں حافظ بنانے کی ضرورت در پیش نہیں آئی، قدرت نے پہلے ہی سے انھیں کئی کئی سو اشعار کے قصیدے یاد کرا دیئے، خاندانی نسب نامے اور شجرے ان کے ذہن میں محفوظ کرا دیئے، خاندانی روایات اور حکایات انھیں ازبر کرائے اور آخر میں اپنی کتاب کے ایک ایک حرف ایک ایک لفظ اور ایک ایک آیت کو زبر زیر کے ساتھ ان کے ذہنوں کے دریچوں میں اس طرح بند کر دیا کہ برسہا برس بیت جانے کے بعد بھی وہ اپنے حافظے کی قوت سے اسے دہرا سکتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب قرآن کریم یاد کرانے کا موقع آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں کوئی دقت پیش نہیں آئی، تھوڑی ہی مدت میں صحابۂ کرام کی ایک ایسی بڑی تعداد تیار ہوگئی جن کی زبان پر قرآن حکیم ازبر تھا، جن کی یادداشت میں قرآن شریف محفوظ اور مامون تھا، اس بیان کی شہادت اس طرح ملتی ہے کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات ایک قبیلے میں ستر ستر قاری قرآن کی تعلیم کے لئے بھیجے، جنگ یمامہ میں ستر حفاظ صحابی شہید ہوئے، بلکہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جنگ یمامہ میں سات سو قراء صحابہ شہید ہوئے، یہ اعداد و شمار اس بات کا زندہ ثبوت ہیں کہ اہل عرب کی قوت حافظہ ایسی زبردست تھی کہ قلیل وقت میں حفاظ قرآن کی ایک بڑی جماعت تیار ہوگئی۔

ابتدائے اسلام میں قرآن کریم کی حفاظت کے لئے حفظ کا بنیادی طریقہ کیوں اختیار کیا گیا؟ صرف اس لئے کہ اس دور میں لکھنے پڑھنے والوں کی تعداد بہت کم تھی، خود پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے، کاغذ عرب تک پہونچا نہیں تھا، چھاپے خانے ایجاد نہیں ہوئے تھے، لہٰذا قدرت نے وسائل کی کمی کا اندازہ کر کے

عرب کی قوم کو غیر معمولی حافظہ عطا کیا تاکہ وہ اس کے کلام کی حفاظت کرسکیں۔

ابتدائے اسلام میں کاغذ کم یاب تھا، اس لئے پتھر کی سلوں، چمڑے کے پارچوں، کھجوروں کی شاخوں، بانس کے ٹکڑوں، درخت کے پتوں اور جانوروں کی ہڈیوں پر لکھنے کا عام رواج تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حفظ کرانے کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی کتابت کا بھی خاص اہتمام فرمایا تھا، حضرت زید بن ثابت رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص وحی کاتب تھے جب آپؐ پر وحی نازل ہوجاتی اس کے بعد آپ حضرت زید بن ثابتؓ کو طلب فرماتے۔ اس وقت کاتب وحیؓ مونڈھے کی کوئی ہڈی یا کسی اور چیز کا ٹکڑا لے کر صاحب وحی کی خدمتِ اقدسؐ میں حاضر ہوتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لکھواتے جاتے اور کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ لکھتے جاتے، یہاں تک کہ لکھنے لکھانے کا سلسلہ ختم ہوجاتا تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے دہرانے کے لئے فرماتے، حضرت زید بن ثابتؓ نے جو کچھ لکھا ہوتا اسے پیغمبر اسلام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھ کر سناتے اگر اس میں کوئی فروگذاشت ہوتی تو آپؐ اصلاح فرما دیتے اس کے بعد اسے لوگوں کے سامنے پیش کرتے۔

حضرت زید بن ثابتؓ کے علاوہ جن صحابۂ کرام کو لکھنا اور پڑھنا آتا تھا، آپؐ نے ان صحابہ کرام کو بھی وحیٔ الٰہی کی کتابت پر معمور فرمایا تھا، جو حسب ضرورت کتابت وحی کے فرائض انجام دیتے۔

حضرت عثمان بن عفانؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب قرآن مجید کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو آپؐ کاتب وحی کو یہ ہدایت بھی فرما دیتے کہ اسے فلاں سورہ میں فلاں، فلاں، آیت کے بعد لکھا جائے۔ چنانچہ اسے آپؐ کی ہدایت کے مطابق لکھ لیا جاتا، اس طرح عہد رسالت میں قرآن کریم کا ایک نسخہ وہ تھا جو نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگرانی میں لکھوایا تھا، اگرچہ وہ آج کے مانند کتابی شکل میں نہیں تھا، بلکہ متفرق پارچوں کی شکل میں تھا، اس کے علاوہ بعض صحابہ کرام نے اپنی یادداشت کے لئے بھی قرآنی آیات کو لکھ کر اپنے پاس رکھا تھا، ان کی کیفیت یہ تھی کہ وہ متفرق اشیاء پر لکھے ہوئے تھے، کوئی آیت چمڑے پر، کوئی آیت درخت کے پتے پر، کوئی ہڈی پر، مگر یہ زیادہ مکمل نسخے نہیں تھے، کسی صحابہ کے پاس ایک سورہ لکھی ہوئی تھی، کسی کے پاس دس پانچ سورتیں اور کسی کے پاس صرف چند آیات اور بعض صحابہ کے پاس آیات کے ساتھ تفسیری جملے بھی لکھے ہوئے تھے، اس کی شہادت اس واقعہ سے ملتی ہے کہ قبول اسلام سے قبل حضرت عمر فاروقؓ اپنی بہن فاطمہ بنت خطاب کے گھر میں داخل ہوئے تو ان کے سامنے چند اجزا تھے جن پر سورہ طٰہٰ کی آیات لکھی ہوئی تھیں اور خباب بن ارتؓ انھیں پڑھا رہے تھے۔

دورِ رسالت کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ نے خلیفۂ وقت کی ایما پر زبردست احتیاط کے ساتھ آیات قرآنی کو جمع کرکے انھیں کاغذ کے صحیفوں پر مرتب شکل میں تحریر فرمایا مگر آپؓ نے ہر سورہ کی ایک علیحدہ جلد بنائی، اس طرح یہ نسخہ بہت سے صحیفوں پر مشتمل تھا اصطلاح میں اس نسخہ اُم کہا جاتا ہے
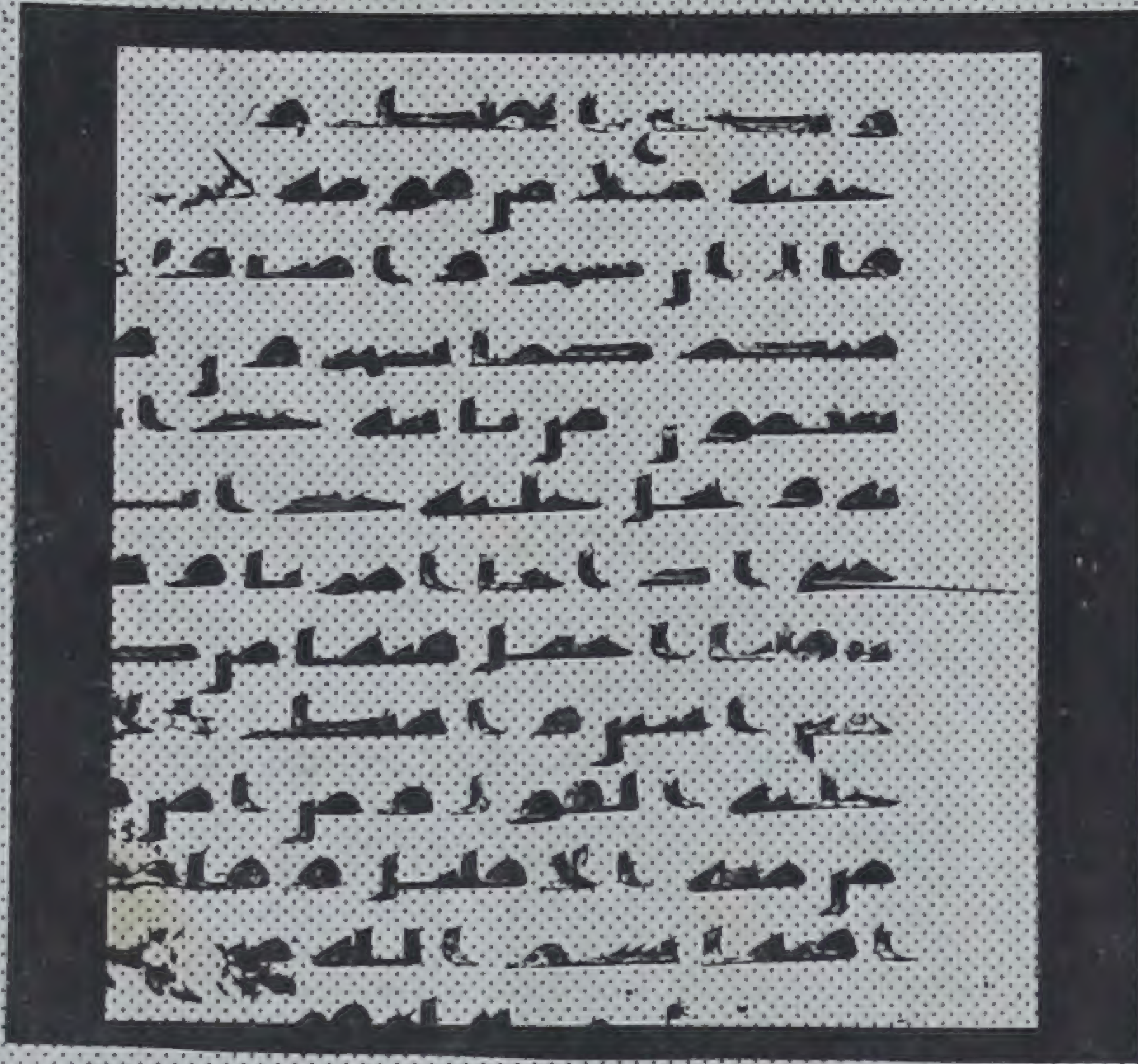
حضرت عثمان ابن عفانؓ نے اپنے دورِ خلافت میں قرآنی آیات کی کتابت اس طرح
کی کہ ان پر نقطے اور اعراب نہیں لگائے گئے۔

قرآنی آیات کے حروف کو بہتر سے بہتر بنانے میں کاتبینِ قرآن نے جو محنتیں کی ہیں،
اور جس انداز سے اس متبرک کتاب کے ساتھ والہانہ شغف کا اظہار کیا ہے، اس کی ایک
دلچسپ تاریخ کا نمونہ

اس نسخے کی خصوصیات یہ تھیں:۔

(۱) اس نسخہ میں ساتوں حروف جمع تھے۔

(۲) یہ نسخہ خطِ حیری میں لکھا گیا تھا۔

(۳) اس نسخے میں صرف وہ آیات درج کی گئی تھیں جن کی تلاوت منسوخ نہیں ہوئی تھی

(۴) اس نسخے کو لکھوانے کا مطلب یہ تھا کہ ایک مرتبہ نسخہ تمام امت کی اجماعی تصدیق کے ساتھ تیار ہو جائے تاکہ ضرورت پڑنے پر اس کی طرف رجوع کیا جا سکے۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے لکھوائے ہوئے نسخے آپؓ کی حیات میں آپؓ کے پاس رہے، آپؓ کے وصال کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس رہے اور حضرت فاروقؓ اعظم کی شہادت کے بعد وصیت کے مطابق ان نسخوں کو ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس منتقل کر دیا گیا۔

مروان بن حکم نے اپنے عہد حکومت میں حضرت حفصہؓ سے یہ صحیفے طلب کئے، مگر آپ نے دینے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ آپؓ کی وفات کے بعد مروان نے وہ نسخے حاصل کئے اور انھیں اس خیال سے نذر آتش کیا کہ اس وقت اس بات پر اجماع ہو چکا تھا کہ رسم الخط اور ترتیب سور کے لحاظ سے خلیفۂ سوئم حضرت عثمانؓ کے تیار کرائے ہوئے مصاحف کی اتباع لازمی ہے، اور کوئی ایسا نسخہ باقی نہیں رہنا چاہئے جو حضرت عثمان بن عفانؓ کے رسم الخط اور ترتیب سے میل نہ کھاتا ہو۔

حضرت عثمان بن عفانؓ نے اپنے دورِ خلافت میں جمع قرآن کے لئے چار صحابۂ کرام کی ایک جماعت بنائی۔ اس جماعت میں حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت سعید بن العاصؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن حارث بن ہشامؓ شامل تھے، اس معتبر جماعت کے ذمہ یہ کام سونپا گیا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صحیفوں سے نقل کر کے کئی ایسے مصاحف تیار کریں جن میں سورتیں بھی ترتیب سے ہوں، اس جماعت میں حضرت زید بن ثابتؓ انصاری تھے، اور باقی تین صحابۂ کرام قریشی تھے۔ اس لئے آپؓ نے اس جماعت کو یہ ہدایت دی کہ جب تمہارا اور حضرت زیدؓ کا قرآن کے کسی حصے میں اختلاف ہو کہ کون سا لفظ کس طرح لکھا جائے تو اسے قریش کی زبان میں لکھنا، اس لئے کہ قرآن کریم انھیں کی زبان میں نازل ہوا ہے۔

ابتدا میں یہ جماعت چار صحابہ کرام پر مشتمل تھی، مگر بعد ازیں دیگر صحابۂ کرام کو بھی اُن کی مدد کے لئے اس جماعت میں شامل کیا گیا، حضرت ابن ابی داؤدؒ کی روایت کے مطابق اس جماعت میں شامل صحابیوں کی تعداد بارہ تک پہونچ گئی تھی۔

ان حضرات نے کتابتِ قرآن کے سلسلے میں مندرجہ ذیل کام انجام دیئے۔

(۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں جو نسخہ تیار ہوا تھا اُس میں سورتوں کی ترتیب نہیں تھی۔ بلکہ ہر سورہ

الگ الگ لکھی ہوئی تھی، ان حضرات نے ان تمام سورتوں کو ترتیب کے ساتھ یکجا کیا۔

(۲) آیات قرآنی کی کتابت اس طرح کی کہ ان کے رسم الخط میں تمام متواتر قراءتیں سما جائیں۔ اس لئے ان پر نقطے اور اعراب نہیں لگائے

(۳) اب تک قرآن حکیم کا مکمل اور معیاری نسخہ جو پوری امت کی اجتماعی تصدیق سے مرتب کیا گیا تھا، وہ صرف ایک تھا۔ ان حضرات نے اس کی کئی کاپیاں تیار کرائیں۔ عام طور سے مشہور ہے کہ حضرت عثمان نے پانچ مصحف تیار کرائے تھے، لیکن حضرت ابو حاتم سجستانیؒ کا قول ہے کہ کل سات نسخے تیار کئے تھے۔ جن میں ایک مکہ معظمہ، دوسرا شام، تیسرا یمن، چوتھا بحرین، پانچواں بصرہ، چھٹا کوفہ، بھیجا گیا اور ساتواں نسخہ مدینہ طیبہ میں محفوظ رکھا گیا۔

(۴) مذکورہ بالا کام کرنے کے لئے ان حضرات نے بنیادی طور پر انہی صحیفوں کو سامنے رکھا جو حضرت ابو بکر صدیق کے دور خلافت میں لکھے گئے تھے۔ اس کے ساتھ مزید احتیاط کے لئے اس طریقے پر عمل کیا گیا جو خلیفہ اول کے دور میں اختیار کیا گیا تھا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کی مختلف تحریریں جو مختلف صحابہ کرام کے پاس محفوظ تھیں دوبارہ طلب کی گئیں، اور ان کے ساتھ از سر نو موازنہ کر کے نسخے تیار کئے گئے۔

(۵) قرآن کریم کے یہ متعدد معیاری نسخے تیار ہو جانے کے بعد خلیفہ سوئم نے وہ انفرادی نسخے نذر آتش کر دیئے جو مختلف صحابہ کرام کے پاس موجود تھے تاکہ رسم الخط مسلمہ قراءتوں کے اجتماع اور سورتوں کی ترتیب کے اعتبار سے مصاحف میں یکسانیت پیدا ہو اور کوئی اختلاف باقی نہ رہے۔

جب تک پریس ایجاد نہیں ہوا تھا، قرآن کریم کے تمام نسخے قلمی تھے، ہر دور میں کاتبوں کی ایک بڑی تعداد موجود رہی، جس کا کتابت قرآن کے سوا کوئی دوسرا شغل نہیں تھا، قرآنی آیات کے حروف کو بہتر سے بہتر بنانے میں اور ان میں ندرت اور خوبصورتی پیدا کرنے کے لئے کاتبین قرآن نے جو محنتیں کی ہیں اور جس انداز سے اس عظیم کتاب کے ساتھ اپنے والہانہ شغف کا اظہار کیا ہے، اس کی اپنی ایک مفصل اور دلچسپ تاریخ ہے، جس کا یہاں ذکر باعث طوالت ہوگا۔

پھر جب پریس ایجاد ہوا تو سب سے پہلے ۱۱۱۳ھ میں بمقام ھیمبرگ قرآن کریم طبع ہوا، جس کا ایک نسخہ اب تک دارالکتب المصریہ میں موجود ہے۔ اس کے بعد متعدد مستشرقین نے قرآن کریم کے نسخے طبع کرائے، لیکن اسلامی دنیا میں وہ نسخے قبول عام حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ اس کے بعد مسلمانوں میں سب سے پہلے مولائے عثمانیؒ نے روس کے شہر سینٹ پیٹرس برگ میں ۱۷۸۷ء میں قرآن کریم کا ایک نسخہ طبع کروایا، اسی طرح قازان سے بھی اس کا ایک نسخہ شائع ہوا، ۱۸۲۸ء میں ایران کے شہر تہران میں قرآن کریم کو پتھر کے ذریعہ چھاپا گیا اور اس کے بعد قرآن کی نشر و اشاعت کا لامتناہی سلسلہ چل پڑا، جو آج بھی جاری ہے اور تا ابد جاری رہے گا۔

قرآن کریم دنیا کی وہ واحد کتاب ہے جو لاکھوں نہیں، کروڑوں نہیں بلکہ اربوں کی تعداد سے بھی زیادہ شائع ہوتی ہے

اس طرح ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم العظیم الحفیظ نے اپنی مہربانی، رحمت، عظمت اور نگہداشت سے اپنی کتاب عظیم کو لوح محفوظ، بیت المعمور، مسلمین، اور مومنین کے سینوں کے علاوہ کاغذ کے سینوں پر بھی ہمیشہ کے لئے اسں طرح محفوظ اور مامون کر دیا ہے کہ نہ اسے پانی دھو سکے گا، اور نہ آگ جلا سکے گی۔

قرآن مجید کی عظمت اور بزرگی

اگر قرآن مجید کے الفاظ، ان کے معانی اور مطالب کو آشکارا کر دیا جائے تو سات آسمان اور زمین کے سات طبقات ان کی تجلی کی تاب نہ لا سکیں گے۔ اسی لئے حق تعالے سبحانہٗ نے فرمایا کہ :" اگر ہم قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو اے محمدؐ تم دیکھتے کہ وہ پہاڑ اللہ کے خوف سے دب جاتا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

اللہ جلّ شانہٗ سورۂ واقعہ کی آیت ایاسی میں فرماتا ہے کہ اس کو بجز پاک فرشتوں کے کوئی ہاتھ نہیں لگانے پاتا۔

قرآن مجید کی عظمت اور بزرگی کا اندازہ صرف ایک بات سے ہوتا ہے کہ کڑاکے کی سردی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے ذریعہ کوئی سورہ یا آیت نازل ہوتی، تب آپ پسینہ پسینہ ہو جاتے، چہرہ انور فق ہو جاتا اور پیاس کی شدت سے آپؐ بے حال ہو جاتے، اگر اس وقت آپؐ ناقہ پر سوار ہوتے تو ناقہ بیٹھنے پر مجبور ہو جاتی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ سخت جاڑے کے موسم میں بھی وحی نازل ہوتی تو اس کے شدید بار سے آپ کی پیشانی انور سے پسینہ پھوٹ نکلتا، اگر آپؐ کسی سواری پر ہوتے تو سواری بوجھ کے مارے زمین پر بیٹھنے پر مجبور ہو جاتی۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ کا بیان ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ پر سخت کیفیت اضطراب پیدا ہو جاتی اور چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو جاتا۔

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ وحی کے نزول کے بعد جب آپؐ پر سے اضطراری کیفیت ختم ہو جاتی تو میں مونڈھے کی کوئی ہڈی یا کسی اور چیز کا ٹکڑا لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوتا، آپؐ لکھواتے رہتے اور میں لکھتا جاتا، یہاں تک کہ جب میں لکھ کر فارغ ہو جاتا تو قرآن کو نقل کرنے کے بوجھ سے مجھے ایسا محسوس ہوتا جیسے میری ٹانگ ٹوٹنے والی ہے، اور میں کبھی چل نہیں سکوں گا۔

قرآن حکیم کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیبات

" از "
حضرت علامہ مفتی عبداللطیف رحمانی

بخاری شریف میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسلمانوں میں اس کو تمام پر فضیلت ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے۔

بخاری شریف میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن پڑھنے والا اس پھل کی طرح ہے جس کا مزہ بھی اچھا ہے اور خوشبو بھی اور جو قرآن نہیں پڑھتا وہ کھجور کی مثال ہے جس کا ذائقہ عمدہ ہے مگر خوشبو نہیں۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ قیامت میں قرآن شریف کے پڑھنے والے کو حکم دیا جائے گا کہ پڑھ اور بلند درجوں کی طرف چڑھ، لیکن قرآن کو ترتیل سے اسی طرح پڑھتا ہوا جیسے دنیا میں پڑھتا تھا، اور جہاں تیری قرأت پوری ہو وہی تیرا مقام ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ کا ارشاد ہے کہ جو قرآن میں اس قدر مشغول ہو جائے کہ مجھ سے دعا تک نہ کر سکے اور نہ مجھے یاد کر سکے تو میں اسے مانگنے والوں سے زیادہ دوں گا۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن اگر کسی جلد میں رکھا جائے اور وہ آگ میں ڈالی جائے تو جلے گی نہیں، یعنی قرآن جس کو یاد ہو اس پر قیامت میں آگ اثر نہیں کرے گی۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن کی مزاولت[1] کرتے رہو، کیونکہ قرآن سینوں سے جانے میں اس اونٹ سے تیز ہے جو اپنی بندش سے چھوٹ جائے۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن کا دَور کرتے رہو، وہ سینے سے نکلنے میں اونٹ سے تیز ہے۔

مسلم شریف اور بخاری شریف کی روایت ہے کہ قرآن والے کی حالت اونٹ کے مالک کی سی ہے کہ وہ اگر

---

[1] کسی کام کو ہمیشہ کرتے رہنا۔

اونٹ کی نگرانی کرے تو رہے گا اور اگر چھوڑ دے گا تو چلا جائے گا۔

صاحبِ شریعتِ اسلامیہ کے ان اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کے بعد قرآن شریف ہی کا مرتبہ ہے اور خدا کی تمام مخلوقات میں کوئی شے اس کی مثل نہیں، اس لئے اہلِ قرآن کو تمام مسلمانوں پر فضیلت ہے اور وہ سب سے افضل ہے۔ قرآن پڑھنے والے کا ظاہر اور باطن نورانی ہو کر لوگوں کے لئے مشعلِ راہ بن جاتا ہے۔ جس سے خلق مستفید ہوتی ہے۔ اس کو اپنے مقاصد کے لئے دعا کی ضرورت نہیں رہتی، بلکہ اس کو وہ بلا طلب دیا جاتا ہے جو دوسروں کو مانگنے سے ملتا ہے۔ اس کی نورانیت اس درجہ کو پہونچ جاتی ہے کہ دوزخ کی آگ بھی اس پر اثر نہیں کرتی۔ قرآن پاک اس کی ترقئ درجات کا خود معیار ہوگا۔ اس کے درجات کا علو اور کمال اس کی قرأت کے قدر ہوگا یعنی اس کو جنت کے درجوں پر چڑھنے کا حکم دیا جائے گا، منتہیٰ اس کی ترقی کا وہاں جہاں اس کی قرأت ختم ہو، قرآن کی تلاوت سے اسے خلعت عطا ہوگا، یہ ہیں قرآن پاک کے اخروی نتائج اور برکات۔

قرآن حکیم کی تعلیمات کا خلاصہ دو لفظوں میں بیان کیا جائے تو وہ لفظ عقیدہ اور شریعت ہیں، جہاں تک عقیدے کا تعلق ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو پروردگار، رَبُّ العالمین، مَالِکِ یَومِ الدِّین سمجھ کر اس پر ایمان لایا جائے، جس کے سوا اور کوئی عبادت کے قابل نہیں، اور اللہ کے رسولوں پر ایمان لایا جائے جو انسانوں کے راہبر و ہادی تھے۔ اس میں اُخروی زندگی پر ایمان بھی شامل ہے۔

اور جہاں تک شریعت کا تعلق ہے۔ اس سے مراد وہ نظام ہے جس کے مطابق ایک مسلمان کو زندگی بسر کرنی چاہئے، کیونکہ اس میں ہماری حیاتِ اخروی کی فوز و سعادت پوشیدہ ہے۔

جو مسلمان دوسرے مسلمان اور عام انسانوں کو اس عقیدے اور شریعت کی طرف یعنی قرآنِ حکیم کی تعلیمات کی طرف دعوت دیتا ہے وہ نیک اعمال کی طرف اللہ کا قاصد ہے۔

تلاوتِ قرآن مجید

ازـ: حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ

قرآن پاک کی تلاوت تمام عبادات میں افضل ترین درجہ رکھتی ہے اور خصوصًا وہ تلاوت جو بحالت نماز کھڑے ہو کر کی جاتی ہے ۔ اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ میری امت کی افضل ترین عبادت قرآن پڑھنا ہے، تلاوت قرآن شریف سے دل زنگ آلود نہیں ہوتا، اگر لوہے کے ٹکڑے کو کھلی ہوا میں بیکار چھوڑ دیا جائے تو چند روز بعد وہ زنگ آلود ہو جاتا ہے، اسی طرح ایک مسلمان اگر مسلسل کئی روز تک قرآن حکیم نہ پڑھے تو اس کا دل زنگ آلود ہو جاتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوہے کی طرح دل بھی زنگ آلود ہو جایا کرتے ہیں، صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس زنگ کو دور کس طرح کیا جا سکتا ہے؟ تو آپؐ نے جواب میں فرمایا کہ قرآن پاک کی تلاوت سے اور موت کو یاد کرنے سے ۔

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ قرآن پڑھا کرو، کیونکہ ہر حرف کا اجر دس نیکیوں کی صورت میں ملتا ہے، اور میں نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے، بلکہ الف بھی ایک حرف ہے اور "ل" بھی اور "م" بھی ۔

توریت میں حق تعالےٰ کا فرمانا ہے کہ ـــ " اے میرے بندے ـــ! تجھے شرم تو نہیں آتی کہ اگر تیرے بھائی کا خط تجھے ملے تو راہ چلتے ہوئے ٹھہر کر اور ایک طرف کو ہٹ کر تو اس کا ایک ایک حرف پڑھنے لگتا ہے اور غور کرتا ہے، لیکن میری یہ کتاب جو دراصل میری طرف سے تیرے نام لکھا ہوا مکتوب ہے کہ تو اسے پڑھے، غور کرے، اور پھر اس کے مطابق عمل کرے اور تو ہے کہ اس سے دور دور رہنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے مطابق عمل کرنے سے گریزاں ہے، اور کبھی پڑھے بھی تو غور نہیں کرتا کہ آخر اس میں ہے کیا ـــ ؟ "

خواجہ حسن بصریؒ کہتے کہ وہ لوگ جو تم سے پہلے تھے (یعنی تمہارے اسلاف) وہ قرآن پاک کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی ایک چھٹی تصور کرتے تھے، راتوں کو اس پر غور کرتے اور دن کو اس کے احکام کے مطابق عمل کرتے اور تم ہو کہ اس کا درس دینا اور لینا اپنا پیشہ بنا بیٹھے ہو ، اور اس کے حروف و اعراب کو سنوارنے اور درست کرنے میں تو بڑے مستعد ہو، لیکن اس کے احکام پر عمل پیرا ہونے میں تساہل سے کام لیتے ہو ۔

غرض جاننے کی بات ہے کہ قرآن کا محض پڑھ لینا ہی اصل مقصد نہیں ہے بلکہ اس پر عمل کرنا مقصود اصلی ہے کیونکہ پڑھنا یاد رکھنے کے لئے ہوتا ہے اور یاد رکھنا عمل کرنے کے لئے اور جو کوئی اسے فقط پڑھ لیتا ہے، لیکن اس پر عمل نہیں کرتا تو اس کی مثال اس غلام کی سی ہے جسے اپنے مالک کا خط ملا ہو، جس میں کچھ کام کرنے کی تاکید کی گئی ہو اور وہ غلام بس خط لے کر بیٹھ جائے اور خوش الحانی سے پڑھتا رہے اور اس کے حروف کی درستی اور سجاوٹ میں لگا رہے، لیکن خط میں لکھے ہوئے احکام میں سے کسی کو بجا نہ لائے تو ظاہر ہے کہ بلاشبہ ایسا غلام لائق سزا و عقوبت ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

قرآن

مہر مہسلائی

یہ قرآں وراثت ہے خیر البشرؐ کی ❁ امانت ہے یہ خالقِ بحر و بر کی

سند ہے، دلیل و شہادت ہے قرآں ❁ نشانی پیام اور پیغامبرؐ کی

جبل جس کی دہشت سے ہو جائے ٹکڑے ❁ اٹھاتی ہے وہ بار ہمت بشر کی

خبر راہ و منزل کی قرآن نے دی ہے ❁ بتادی ہے تفصیل زادِ سفر کی

مسلط کیا نور کو ظلمتوں پر ❁ بدل ڈالی تصویر شام و سحر کی

ہوا دودھ کا دودھ پانی کا پانی ❁ کچھ اس طرح تفریق کی خیر و شر کی

کلامِ الٰہی نبی کی زبانی ہو ❁ اِدھر کی زباں پر صدائیں اُدھر کی

کلامِ خدا کا محافظ خدا ہے ❁ کمی غیر ممکن ہے زیر و زبر کی

یہ قرآں ہے دینِ مبیں، دینِ قیم ❁ مبارک ہے وہ جس نے اس پر بسر کی

نہ ٹھہرائے جو دل کے قرآن کو منزل ❁ سدا خاک چھانے گا وہ دربدر کی

یہ قرآں شفا جسم و جاں کے لئے ہے
یہی ہے دوا مہر دردِ جگر کی

ہمارے اسلاف

قرآن شریف کس طرح پڑھتے؟

حضرت
محمد
مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم

جب کسی آیت عذاب پر پہونچتے تو اللہ سے
پناہ مانگتے (استغفار کرتے) اور جب کسی
آیت رحمت پر پہونچتے تو اللہ سے رحمت کے طالب
ہوتے اور آیت تنزیہ میں تسبیح کرنے لگتے۔ اور ابتداء ہمیشہ اعوذ سے
کرتے اور آخر میں یوں کہتے:

"اے اللہ! بحرمت قرآن کے طفیل مجھ پر رحم فرما۔ اسے
میرے لئے ھادی، رہبر اور نورِ راہ بنادے۔ اور رحمت
فرما۔ اے اللہ! جو کچھ میں اس میں سے بھلا بیٹھا ہوں
وہ پھر سے مجھے یاد دلادے، مجھے وہ تعلیم دے جس سے
میں بے خبر ھوں، مجھے اس کی تلاوت رات اور دن نصیب
کر۔ اے پروردگار عالم! اس کو میرے لئے حجتِ قاطع
بنادے"

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفیق یارِ غار حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے پاس گذرے تو آپ نماز شب (تہجد کی نماز) ادا کر رہے تھے، اور قرآنِ پاک کی تلاوت بڑی آہستگی سے کر رہے تھے، آپؐ نے فرمایا: "آہستہ کیوں پڑھتے ہو"؟

پروانۂ رسول نے جواب دیا : " جس کو سناتا ہوں وہ سن رہا ہے "
اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر فاروق رضؓ کے پاس سے گذرے تو دیکھا کہ آپؓ بلند آواز سے پڑھ رہے ہیں، آپؐ نے پوچھا : اتنی اونچی آواز سے کیوں پڑھتے ہو ؟"
" عرض کیا : " سوروتوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں "
آپؐ نے فرمایا : " تم دونوں اچھا کرتے ہو، کیونکہ اعمال نیت کے تابع ہیں اور چونکہ نیت دونوں کی نیک ہے، اس لئے ثواب بھی دونوں کو ملے گا "
حضرت عکرمہؓ جب قرآن پاک کھولتے تو آپؓ پر غشی طاری ہوجاتی اور اس حالت میں آپؓ کے منہ سے بار بار یہی الفاظ سنائی دیتے : " یہ میرے رب کا کلام ہے "
ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ : میں قرآن پڑھا کرتا تھا، لیکن اس کی لذت محسوس نہ کرپاتا تھا، تا آنکہ میں نے فرض کرلیا کہ میں قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا ہوں، اور مجھے لذت حاصل ہونے لگی، اس کے بعد میں نے فرض کرلیا کہ میں قرآن حکیم حضرت جبرئیلؑ امین سے سنتا ہوں، اس تصور سے لذت اور حلاوت میں مزید اضافہ ہوا، اس کے بعد میں اور بھی آگے بڑھا اور عظیم الشان منزلت تک جا پہونچا، یعنی اب میں کلام اللہ کو اسطرح پڑھتا ہوں گویا خود اللہ تبارک وتعالےٰ سے سن رہا ہوں، اور اب وہ لذت ملتی ہے کہ اس سے قبل نصیب نہیں ہوئی تھی "
ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ مرحوم کے بارے میں یہ واقعہ مشہور ہے کہ نوجوانی ہی سے انھیں قرآن حکیم کی تلاوت سے خاص رغبت تھی، انہی ایام کا ذکر ہے کہ ان کے والد نے انھیں ایکدن تلاوت قرآن مجید میں مشغول دیکھا تو بیٹے سے کہا :
" بیٹا قرآن پڑھتے ہو تو اپنے اوپر یہ کیفیت طاری کیا کرو گویا قرآن حکیم خود تم پر نازل ہو رہا ہے "
ان الفاظ کا یہ مطلب تھا کہ قرآن پڑھو تو یہ سمجھ کر پڑھو کہ اس کا پیغام خود تمہارے لئے ہے تاکہ تم اس پر کما حقہ عمل کرو ۔
غالبًا والد مرحوم محترم کے انہی الفاظ کا اثر تھا کہ علامہ اقبالؒ قرآن کی تلاوت کرتے تو گویا اس میں ڈوب جاتے مصدقہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اکثر قرآن کی تلاوت کے دوران اس قدر متاثر ہوتے کہ انھیں اپنی آنکھوں پر قابو نہ رہتا اور ان سے بے اختیار آنسو بہنے لگتے ۔
شاہجہاں کے زمانے میں ایک بزرگ شیخ ابو المعانیؒ تھے، امن وسکون کا دور دورہ تھا، رعایا خوشحال تھی گھر گھر علم وادب کے چرچے تھے، بادشاہ قدردان اور امیر شوقین تھے، ان کی معارف نوازی اور ادب پروری کے افسانے ایران اور عراق تک پھیلے ہوئے تھے، بڑے بڑے اہل کمال قدردانی کے خیال سے کھینچے چلے آتے تھے، ان کی وجہ سے شاہجہاں آباد رشکِ عالم بنا ہوا تھا، ہر مسجد ایک دار العلوم اور ہر محلہ ایک دار الفنون تھا ۔
شیخ ابو المعانیؒ شاہجہاں آباد پہونچے، ایک مسجد کے حجرے میں قیام کیا، کچھ عرصہ تک گمنامی کی حالت میں

پڑھتے رہے ، حافظ قرآن ہونے کے علاوہ ہفت قرأت کے بھی ماہر تھے ، آواز میں سوز و گداز تھا ، خوش الحان اتنے تھے کہ جب قرآن مجید کی تلاوت ترتیل سے کرتے تو سنگ دل سے سنگ دل انسان کا دل بھی موم ہو جاتا ، جب آپ کی شہرت شہر میں ہونے لگی ، تو ایک امیر نے موقع پاکر بادشاہ کی خدمت میں آپ کا ذکر کیا ، بادشاہ نے اسی وقت فرمان بھیج کر آپ کو دربار میں طلب کیا ۔

رمضان کا مہینہ تھا ، بادشاہ ، امراء اور وزراء روزے سے تھے ، دربار کی فضا برکات اور روحانیت سے لبریز تھی ، شاہ جہاں نے خواہش ظاہر کی کہ شیخ رمضان المبارک کے تعلق سے آیات تلاوت فرمائیں ، شیخ نے " شہر رمضان الذی انزل فیہ القران " والی آیات تلاوت کیں ، بادشاہ پر رقت طاری ہو گئی ، جب شیخ نے یہ آیات ختم کیں تو بادشاہ نے انھیں مکرر پڑھنے کو کہا ۔ اب شیخ نے دوسری قرأت میں ان کی تلاوت کی ، بادشاہ پہلے سے زیادہ متاثر ہوا ۔ غرضیکہ شیخ نے ان آیات کو ہفت قرأت میں سنایا ۔ شاہ جہاں ان کے کمال فن سے اتنا متاثر اور مسرور ہوا کہ انہیں " شمس القراء " کا خطاب دیا ، اور بلگرام کے قریب مدد معاش کے طور پر جاگیر بھی عطا کی ۔

بقیہ ۵۶ سے پیوستہ

کہا میں یہ بھی کر دوں گا ، مگر پہلے آپ میرا ہدیہ قبول کریں ، یہ قرآن سننے کا معاوضہ نہیں ہے ، سلطان نے ملکۂ وکٹوریہ کو خط لکھ دیا ، اس کی ایک نقل قاری لالا کو دی تاکہ ہند کے وائسرائے کو دکھائیں ۔ اس طرح قاری لالا صاحب نے پانی پت کے لوگوں کی معافی بحال کرا دی ۔

اگر مسلمان اپنی ذلت کو عزت ، شکست کو فتح بدحالی کو خوش حالی ، انتشار کو وحدت اور کمزوری کو قوت میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں ، تو انھیں قرآن مجید کی طرف لوٹنا چاہئے ۔

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر قرآن مجید کو ہرگز ہرگز نہیں سمجھا جا سکتا سب سے زیادہ قرآن انہی لوگوں نے سمجھا تھا ، جنھوں نے خود صاحب قرآن سے قرآن کی تفسیر سنی تھی ۔

توحید الٰہی کی آیات ہوں تو اللہ تعالےٰ کی عظمت کا تصور دل میں قائم کرے۔
احکام کی آیات ہوں تو خدا کا شکر ادا کرے اور اپنی عاجزی کا اظہار کرے۔
جنت کی آیات ہوں تو شوق و رغبت پیدا کرے اور جہنم کی آیات ہوں تو خوف و خشیت پیدا کرے۔
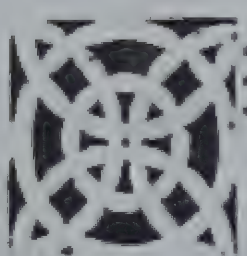
حضرت یونس علیہ السلام کی دعا :

فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (الانبیاء)
آخر کو اس نے تاریکیوں میں سے پکارا، "نہیں ہے کوئی معبود، مگر تو، (تیرے سوا کوئی اللہ نہیں، تیری ذات پاک ہے، بے شک میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔

قرآن کریم کے معجزے

یہ واقعہ آزادی سے پہلے کا ہے۔

اے۔ کے فضل الحق مرحوم مسلم لیگ کی وزارت میں بنگال کے وزیر اعلیٰ تھے، ایک دن وہ دہلی سے کلکتہ جانے کے لئے فرسٹ کلاس کے کمپارٹمنٹ میں سوار ہوئے اور ملازم سے پوچھا: "ہمارا قرآن شریف آگیا ہے؟"

ملازم نے جواب دیا: "سرکار ابھی ڈبے میں پورا سامان نہیں آیا ہے، جس بکس میں قرآن شریف ہے۔ ابھی وہ بکس نہیں آیا ہے، بس سرکار ابھی لاتا ہوں۔"

"ہم نے تم کو بارہا ہدایت کی ہے کہ قرآن کریم سب سے پہلے آنا چاہئے۔ باقی کا سامان اتارلو۔ ہم اس گاڑی سے نہیں جائیں گے، دوسری گاڑی سے جائیں گے۔" یہ کہہ کر اے۔ کے فضل الحق فرسٹ کلاس کے کمپارٹمنٹ سے اتر گئے، چنانچہ سامان بھی اتارلیا گیا۔

جو مسافر اس ڈبے میں سوار تھے۔ اے۔ کے فضل الحق کی اس بات پر ہنسنے لگے کہ عجیب مذہبی دیوانہ ہے کہ قرآن پہلے نہیں آیا تو گاڑی ہی چھوڑ دی۔

غرض گاڑی دہلی سے کلکتہ کے لئے روانہ ہوئی اور جب کلکتہ کے قریب پہونچی تو فرسٹ کلاس کے اس ڈبے میں ایک زور دار دھماکہ ہوا جس ڈبے سے فضل الحق اترے تھے اور کمپارٹمنٹ کے پرخچے اڑ گئے، اس ڈبے میں جتنے لوگ سوار تھے ان میں سے اکثر ہلاک ہوگئے، بعض زخمی ہوئے۔

تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ جس ڈبے میں فضل الحق صاحب سفر کرنے والے تھے اس ڈبے میں ان کے مخالفین نے بم رکھ دیا تھا، مگر آپ قرآن کی برکت سے بال بال بچ گئے۔

فضل الحق صاحب دوسری گاڑی سے کلکتہ پہونچے، انھیں اس حادثے کا علم ہوا۔ اس وقت انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا: دشمن مجھے مار ڈالنا چاہتے تھے، وہ یاد رکھیں کہ میرے پاس قرآن ہر دم رہتا ہے، میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

جو لوگ اس حادثے میں زخمی ہوئے۔ ان کا بیان ہے کہ جب فضل الحق صاحب ڈبے سے اُتر رہے تو ہم ہنس

رہے تھے مگر اب معلوم ہوا کہ ان کا اتر جانا ہی ان کے حق میں بہتر تھا. دراصل قرآن نے ان کو بچا لیا۔

یہ واقعہ ۱۸۵۷ء کے آس پاس کا ہے۔

پانی پت میں ایک قاری صاحب تھے، وہ قاری لالا کے نام سے مشہور تھے، ان کی یہ کرامت مشہور تھی کہ جب وہ رمضان میں تراویح پڑھاتے تو ان کا قرآن سن کر گذرنے والا کوئی بھی ہو سننے کے لئے کھڑا ہو جاتا، کسی کی مجال نہ تھی کہ آگے قدم بڑھائے، جب تک وہ رکوع میں نہ جاتے سڑک والے قرآن سنتے رہتے، جب وہ رکوع میں جاتے اس وقت لوگ آگے بڑھتے۔

ایک بار وہ سفر میں تھے، ساتھ میں چند شاگرد بھی تھے. راستے میں مغرب کا وقت ہو گیا، وضو کے لئے پانی کی فکر ہوئی، وہاں ایک کنویں پر رہٹ تھا، قاری لالا نے قرآن پڑھنا شروع کر دیا، کچھ ہی دیر میں رہٹ خود بخود چلنے لگا، سبھوں نے وضو کیا، نماز پڑھی، پانی پیا، پیاس بجھائی اور آگے چل دیئے، رہٹ خود بخود رک گیا.

۱۸۵۷ء کے تاریخی انقلاب کے بعد انگریزوں نے پانی پت والوں کی معافی ضبط کرلی تو قاری لالا صاحب قسطنطنیہ چلے گئے. ماہ شعبان کا آخری عشرہ تھا، سلطان عبدالحمید خان نے شیخ الاسلام سے فرمایا کہ بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے جامع مسجد جانے کی ہمت نہیں، کسی قاری کو تجویز کرو جو شاہی محل کے اندر ہم کو تراویح میں قرآن سنا دے۔

شیخ الاسلام نے اعلان کر دیا کہ سلطان اپنے محل کے اندر قرآن، تراویح میں سننے کے خواہش مند ہیں، جو قاری اور حافظ اس خدمت کے لئے آمادہ ہوں، اپنا نام پیش کریں۔ کسی حافظ اور قاری کی ہمت نہیں ہوئی تو قاری لالا صاحب نے شیخ الاسلام سے کہا کہ میں سلطان کو قرآن سناؤں گا، آپ میرا نام بھیج دیں، شیخ الاسلام نے کہا کہ سلطان خود بھی حافظ ہیں، ان کے آگے وہی قرآن پڑھ سکتا ہے جو پکا حافظ ہو کہا، آپ میرا نام بھیج دیں، میں اس کے لئے تیار ہوں، چنانچہ نام بھیج دیا گیا اور سلطان کا حکم صادر ہوا کہ قاری لالا صاحب کو ہمارے پاس بھیج دو، پہلے ہم ان کا امتحان لیں گے ان کو سلطان کی خدمت میں پیش کیا گیا، سلطان نے ایک خاص مقام سے جو حفاظ کے ہاں دشوار ہے، قرآن پڑھنے کی فرمائش کی، قاری لالا صاحب نے پڑھنا شروع کیا، جب کئی رکوع پڑھتے چلے گئے تو سلطان متاثر ہوئے اور فرمایا کہ ہم آپ سے قرآن ضرور سنیں گے جب تراویح میں قرآن ختم ہو گیا تو سلطان عبدالحمید خاں نے شیخ الاسلام سے فرمایا کہ قاری صاحب کو اشرفیاں اور خلعتِ فاخرہ انعام دیا جائے۔ قاری صاحب نے کہا: حضور میں اس کے واسطے ہندوستان سے نہیں آیا اور قرآن سُنا کر روپیہ لینا مجھے گوارہ بھی نہیں — میں تو دوسرے کام سے آیا ہوں۔ فرمایا وہ کیا —؟ کہا: انگریزوں نے میری بستی کے لوگوں کی معافی ضبط کرلی ہے، کیونکہ وہ بڑی لڑائی میں شریک تھے، آپ بادشاہ ہیں، آپ سفارش کر دیں کہ پانی پت کے لوگوں کی معافی بحال کی جائے، سلطان نے

(بقیہ صفحہ ۵۳ پر ملاحظہ فرمائیں)

قرآن کی فریاد

عظمت پانی پتی

مجھ پہ اے ریشمی جزدان چڑھانے والے
میرے اوراق کو خوشبو میں بسانے والے

بیل بوٹوں سے مری جلد سجانے والے
ہر سطر کو میری رنگین بنانے والے

میری تحریر میں اعجاز دکھانے والے
آرٹ پیپر پر مجھے طبع کرانے والے

میری آیات کے تعویذ بنانے والے
قسمیں کھا کھا کے مری شان بڑھانے والے

مجھ کو پیشانی سے جھک جھک کے لگانے والے
اور عبارت مری گا گا کے سنانے والے

مجھ کو شکوہ ہے تیری ذات سے سُن اے ناداں
تیرے محدود خیالات سے سُن اے ناداں

مجھ کو سرمایۂ عقبیٰ نہ بنایا تو نے
مجھ سے گنجینۂ دنیا کو تو پایا تو نے

کسی مکتب میں اگر مجھ کو پڑھایا تو نے
ہر مہینے عوض اس کام کا پایا تو نے

مجھ کو رمضان کی تراویح میں بیچا تو نے
کبھی ملّا نے جو بیچا تو خریدا تو نے

مجھ سے جو کچھ نہ کمانا تھا کمایا تو نے
مجھ کو جس طرح گنوانا تھا گنوایا تو نے

لعل و گوہر کے عوض حرف مرے تول دیے
جنس انسان کے عوض تو نے صنم مول لئے

دورِ حاضر میں مجھے خوب پڑھا خوب پڑھا
میری تجوید کے مخرج تھے زبان اور گلا

آنکھ سے کان سے ہونٹوں سے تھا میرا رشتہ
دل کی گہرائی میں لیکن نہ ملی مجھ کو جگہ

میری ترتیل تفکر سے رہی برگشتہ
میرا مفہوم عبارت سے رہا گم گشتہ

میں وہ قرآن نہیں، آہ وہ قرآن نہیں،
کیا کسی آنکھ میں باقی میری پہچان نہیں

پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا :-

اَللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (آلِ عمران - ۲۶)

اے اللہ! دو جہانوں کے مالک، تو جسے چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے حکومت چھین لے، جسے چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلت دے، بھلائی تیرے اختیار میں ہے - بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے -

قصر الادب

آگرہ

سیماب اکبرآبادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن ----------- وَلَا الضَّآلِّیْن ؏
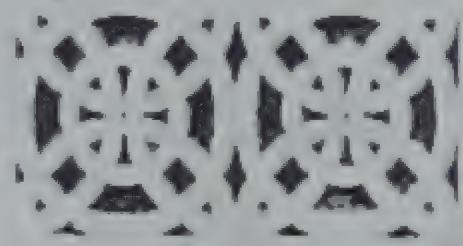
نا. نام سے اللہ کے کرتا ہوں آغاز (بیاں)
جو بڑا ہی رحم والا ہے نہایت مہرباں

ہیں سزاوارِ خدا ہی سب (پاک ساری خوبیاں) (جو ہی) رب سارے جہانوں کا: رحیم و مہرباں
ہے وہی انصاف کے دن کا بھی مالک (بے گماں):

(یا الٰہی) ہم فقط کرتے ہیں تیری بندگی اور ہوتے ہیں تجھی سے طالب امداد بھی:
(یا الٰہی) ہم کو سیدھے راستے پر تو چلا: اُن کا رستہ جن پر انعام (و کرم) تیرا ہوا:
راستہ اُن کا نہیں جن پر غضب (کی) ہو نگاہ) اور نہ اُن کا راستہ جو ہو گئے گم کردہ راہ:

"آمین"

ہم ماہنامہ شاعر کے مدیر افتخار امام صدیقی صاحب اور معاون مدیر ناظر نعمان صدیقی صاحب کے تہہ دل سے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے مرحوم علامہ سیماب اکبرآبادی کے منظوم ترجمہ کی عکسی تحریر اشاعت کیلئے عنایت فرمائی، اردو اسکول کے صدر مدرسین اور منتظمین سے گذارش ہیکہ وہ اسکول میں دعا کے وقت اس نظم کو پابندی سے پڑھانے کا اہتمام کریں۔

دین اسلام اور اسلامی تاریخ کو مسخ کر کے دنیا کے سامنے پیش کرنے کی مذموم کوششیں ہر دور میں ہوتی رہیں اور ہر دور میں ان کوششوں کو ناکام بنانے کے لئے عالمی سطح پر مختلف ادارے وجود میں آئے۔

اسلامک کلچرل سینٹر (انڈیا) بھی انہی اداروں میں سے ایک ہے، جس کی بنیاد الحاج احمد زکریا صاحب نے ڈالی، موصوف اس ادارے کے چیرمین ہیں، اس ادارے نے ماہ جنوری ۱۹۸۶ء سے ایک انگریزی رسالہ "دی اسلامک ٹائمز" کے نام سے جاری کیا ہے، اس رسالے کے اجراء کا مقصد دین اسلام کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کے تعلق سے جو غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں، انھیں دور کرنا ہے، اسلامی قدروں کی صحیح عکاسی کرنا ہے، دنیا کو صحیح اسلامی تاریخ سے روشناس کرانا ہے اور صرف ہندوستان ہی کے نہیں بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو اُنکے اپنے مقام اور ان کو اپنی انفرادیت سے واقف کرانا ہے، جو حضرات اسلامک کلچرل سینٹر (انڈیا) یا "دی اسلامک ٹائمز" کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ ازراہ کرم اس پتہ پر لکھیں:
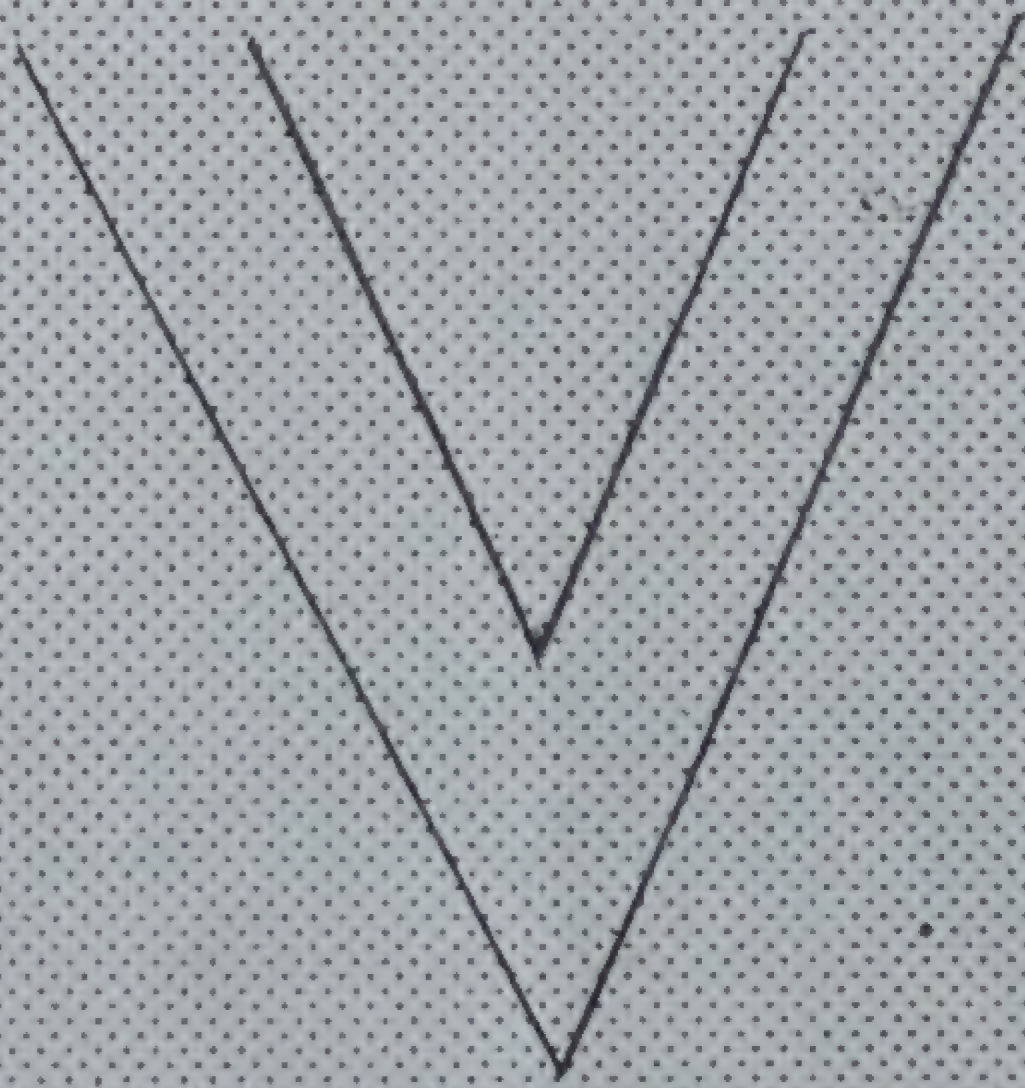
اسلامک کلچرل سینٹر
(انڈیا)

۳۱۷/۳۲۱ پروسپیکٹ چیمبرس، ڈاکٹر دادا بھائی نوروجی روڈ، بمبئی ۴۰۰۰۰۱ (انڈیا)

ٹیلیفون :- ۲۰۴۲۴۹۳، ۲۰۴۳۳۱۶

فضائل سورہ فاتحہ

"از"

ہندالولی عطائے رسولؐ حضرت خواجہ معین الدین چشتی ثم اجمیریؒ

حضرت خواجہ غریب نوازؒ

نے ایک روز فرمایا کہ دربار رسالت میں حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنی خلقت کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے اور اس شان اور عظمت اور برکت کے ساتھ بھیجا ہے کہ اگر تمام روئے زمین کے درختوں کی قلمیں بنائی جائیں اور تمام دریا روشنائی بنائے جائیں اور ہفت زمین اور ہفت آسمان کا غذ بنائے جائیں اور ابتداء سے لے کر انتہا تک جس قدر انسان، جنات و ملائک ہیں وہ سب آپؐ کی تعریف کریں، تب بھی کما حقہ آپ کی تعریف ہونا ممکن نہیں، بلکہ اگر اس سے بھی زیادہ ہوں تب بھی آپ کی تعریف اور توصیف حد امکان سے باہر ہے، اس طرح سورہ فاتحہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بزرگی عطا فرمائی ہے اور اس برکت کی سورت کو صرف آپؐ پر نازل کیا ہے تاکہ آپؐ کی امت اس کی برکتوں سے خاطر خواہ فیض یاب ہوتی رہے۔

بعدہٗ غریب نوازؒ نے فرمایا: سورۂ فاتحہ کے متعلق سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک ہے " الفاتحة شفاء من کل داء " یعنی سورہ فاتحہ تمام دردوں مرضوں اور تکلیفوں کے لئے باعثِ شفا ہے اس موقع پر آپؒ نے یہ حکایت بھی بیان فرمائی۔

ایک مرتبہ ہارون رشید کو بہت زیادہ تکلیف میں دو برس گذر گئے، علاج کرنے سے عاجز ہوگیا اس نے اپنے وزیر کو حضرت خواجہ فضیل بن عیاض قدس سرہٗ کی خدمت میں بھیجا اور عرض کرایا کہ مرض کی تکلیف سے میری جان پر بن گئی ہے، کسی علاج، دوا سے صحت نہیں ہوتی، چونکہ شفا کا وقت آگیا تھا، آپؒ یہ سن کر کھڑے ہوگئے اور ہارون رشید کے پاس تشریف لے گئے اور اپنا دست مبارک اس کے جسم پر رکھا اور اکتالیس مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس کے چہرے پر پھونکا یعنی دم کیا، ابھی آپؒ پورا عمل کرنے بھی نہ پائے تھے کہ مرض کی سختی دور ہوگئی اور ہارون رشید شفایاب ہوگیا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے مزید فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک بیمار پر یہی سورہ مبارکہ پڑھ کر دم کی، اسی وقت صحت ہوگئی، پھر ایک شخص عیادت کے لئے آیا، پوچھا کس طرح صحت ہوئی، جواب دیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سورۂ فاتحہ دم کی تھی۔ کہنے لگا ہاں مجھے بھی ایک مرتبہ اسی سے صحت ہوئی تھی۔ مگر چونکہ اس کا اعتقاد راسخ نہ تھا، پھر وہی مرض عود کر آیا، اور اسی مرض میں اس کا انتقال ہوگیا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اپنے ملفوظات میں سورۂ فاتحہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے کلام مجید کے شروع پارہ میں فرمادیا کہ یہ وہ کتاب ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ ہدایت ہے کہ ہر انسان کو اپنے عقائد درست رکھنے چاہئیں، کامیابی اور راحت حاصل کرنے کی یہی صورت ہے۔

اس سورۃ کا مخصوص خاصہ بیماروں اور دردوں کی شفا ہے، اس موقع پر چاہئے کہ دم کرتے وقت ہاتھ پھیرتا جائے اور ہاتھ پھیرتے وقت اوپر سے نیچے کی جانب اتارتا جائے، انشاء اللہ تعالےٰ جلد شفا ہوگی، مگر اعتقاد شرط ہے۔

پھر غریب نوازؒ نے فرمایا کہ خدائے تعالےٰ نے ہر سورت کا ایک نام رکھا ہے مگر اس سورۂ مبارکہ کے سات نام ہیں: (۱) فاتحۃ الکتاب (۲) سبع المثانی (۳) ام الکتاب (۴) اُمّ القرآن، (۵) سورۃ مغفرۃ (۶) سورۂ رحمت (۷) سورۂ کنز

اس سورہ میں سات حروف نہیں آئے: (۱) ث اس میں نہیں ہے۔ ث۔ سے ثبور ہے۔ (ثبور کے لغوی معنیٰ میں ہلاک ہونا) یعنی اس کے پڑھنے والے کو ثبور سے غرض نہیں۔ (یعنی اس کا پڑھنے والا ہلاک نہیں ہوگا) (۲) اس میں حروف ج نہیں ہے، یعنی اس کے پڑھنے والے کو جہنم سے نجات ہے۔ (۳) اس میں حرف ز نہیں ہے، یعنی اس کا پڑھنے والا زقوم (زقوم) کے درخت اور اس کے پانی جو جہنم میں پلایا جائے گا، اس سے مبرا ہے۔ (۴) اس میں حرف ش نہیں ہے، لہٰذا اس کا پڑھنے والا شقی نہیں ہوتا ہے، (۵) اس میں حرف ظ نہیں ہے، اس لئے اس کا پڑھنے والا ظلم وظلمت سے کوئی سروکار نہیں رکھتا (۶) اس میں حرف ف نہیں ہے، یعنی اس کے پڑھنے والے کو فراق کی مصیبتوں سے نجات ہے، (۷) اس میں حرف خ نہیں ہے یعنی اس کا پڑھنے والا کبھی خوار نہیں ہوگا، اور وہ مامون رہے گا۔

خواجۂ بزرگ نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ امام ناصرؒ لکھتے ہیں کہ سورہ فاتحہ میں سات آیات ہیں اور انسان کے جسم میں بھی سات حصے ہیں، اس کے پڑھنے والے کو اللہ تعالےٰ ساتوں دوزخ سے بچائے گا۔ کوئی حصہ کسی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ مشائخ چشتیہ اور اہل سلوک فرماتے ہیں کہ حق تعالےٰ نے اس سورہ میں ایک سو چوبیں حروف رکھے ہیں، اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ہیں، ہر حرف ایک ہزار پیغمبروں کی بزرگی ثابت کرتا ہے۔

الحمد میں پانچ حروف ہیں۔ اس لئے اللہ جلہٗ نے پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے۔ تاکہ بندہ اس کو دن رات میں جو پانچ حروف پڑھتا ہے تو جو پانچ وقت میں آنے والے نقصانات میں ان سے مامون رہیں۔

للہ میں تین حروف ہیں، ان میں الحمد کے پانچ حروف ملائیں تو کل آٹھ حروف ہوتے ہیں، لہٰذا بہشت اور اس کے آٹھوں دروازے اس کے پڑھنے والوں کے لئے کشادہ ہوں گے جس دروازے سے چاہے گا، وہ داخل بہشت ہوگا۔

رب العلمین میں دس حروف ہیں، ان دس حروف میں الحمد للہ کے آٹھ حروف ملائیں تو کل اٹھارہ حروف ہوئے، حق تعالےٰ نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کئے ہیں، اس کا پڑھنے والا اٹھارہ ہزار عالم کی عبادت کے برابر ثواب پاتا ہے۔

الرحمٰن میں چھ حروف ہیں، مندرجہ بالا اٹھارہ میں الرحمٰن کے چھ حروف ملائیں تو چوبیس ہوئے۔ خدا نے دن اور رات کے چوبیس گھنٹے بنائے ہیں، اس کے پڑھنے والے کے چوبیس گھنٹے ایسے پاکی میں گذرتے ہیں جیسے وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

الرحیم کے چھ حروف ہیں، مندرجہ بالا چوبیس میں چھ ملانے سے تیس ہوتے ہیں، پل صراط تیس ہزار سال کی راہ ہے، مگر اس کا پڑھنے والا پل صراط کو بجلی کی طرح پار کر جائے گا۔

ملک یوم الدین میں بارہ حروف ہیں، اللہ تعالےٰ نے سال کے بارہ مہینے بنائے ہیں پس اس کے پڑھنے والے کے بارہ ماہ کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

ایک مہینے کے تیس دن اور ایک سال کے بارہ ماہ، تیس اور بارہ ملانے پر بیالیس ہوتے ہیں۔

ایاک نعبد اس میں آٹھ حروف ہیں، بیالیس میں آٹھ ملانے سے پچاس ہوتے ہیں، قیامت کا دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، پس جو شخص یہ پچاس حروف پڑھے گا اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اس کے ساتھ صدیقوں کا سا معاملہ کرے گا۔

وایاک نستعین اس میں گیارہ حروف ہیں، گیارہ اور پچاس اکسٹھ ہوتے ہیں، اللہ تعالےٰ نے آسمان اور دنیا میں اکسٹھ دریا پیدا فرمائے ہیں، اس کے پڑھنے والے کو ان دریاؤں کے قطرات کے برابر ثواب ملے گا۔

اھدنا الصراط المستقیم اس میں انیس حروف ہیں، اکسٹھ اور انیس اَسّی ہوتے ہیں، شراب پینے کی

سزا اسی درجے ہیں، اس کا پڑھنے والا اس سزا سے مامون رہے گا۔

اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ اس کے چوالیس حروف ہیں۔ اس میں اسی ملانے سے ایک سو چوبیس ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ایک سو چوبیس ہزار پیغمبر اپنی مخلوق میں بھیجے ہیں، اس سورہ کے پڑھنے والے کو ان سب پیغمبروں کے برابر حق تعالیٰ ثواب عطا فرمائے گا اور بخش دے گا،

بعد ازاں غریب نواز رحؒ نے تذکرہ فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحؒ کے ساتھ سفر میں تھا، ہم دونوں دجلہ کے کنارے پہونچے، اس جگہ کشتی نہیں تھی، ہمیں جلدی تھی، حضرت نے فرمایا آنکھیں بند کرو، جب میں نے آنکھیں بند کرکے ذرا سی دیر بعد کھولیں تو حضور خواجہ عثمان ہارونی رحؒ کو اور خود کو دریا کے کنارے پایا۔ دعاگو نے عرض کیا کہ ہم نے کس طرح دریا پار کیا۔ ارشاد فرمایا پانچ بار الحمد شریف پڑھ کر پاؤں دریا میں رکھ دیا اور اس طرف آگئے۔

پس جو شخص اس سورہ کا عامل ہو جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے وہ کرشمے دیکھے گا کہ جن کا بیان کرنا محال ہے، آپؒ فرماتے ہیں اگر سورہ فاتحہ کوئی صدقِ دل سے پڑھے اور اس کی مہم سر نہ ہو یا اس کی مشکل آسان نہ ہو تو وہ میرا دامن پکڑے۔

جس وقت احمد شاہ ابدالی ہندوستان پر حملہ آور ہوا، اس وقت اس نے دیکھا کہ دریا لبریز ہے اور اس کی طوفانی موجوں سے فوج کے اوسان خطا ہو جائیں گے۔ مگر موقع اتنا نازک اور اہم تھا کہ انتظار میں خطرہ تھا، اس سے مسلمانوں کو نقصان پہونچنے کا ڈر تھا۔ احمد شاہ ابدالی کو قرآن شریف پر یقین کامل تھا، اس نے فوراً اپنے ترکش سے تیر کھینچا اس پر سورہ فاتحہ پڑھ کر پھونکا، اس کے بعد تیر کو چلّے میں چڑھا کر دریا کے اندر چھوڑ دیا اور فوراً اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا، موجزن دریا تھم گیا، موجیں ساکت ہو گئیں اور احمد شاہ کی فوج آرام سے دریا پار اتر گئی۔

قرآن کریم بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جو اس نے اپنے آخری رسول اور ہمارے پیارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل فرمائی تاکہ وہ انسانی زندگی کے دستور کا کام دے، دنیائے انسانیت اسی کی روشنی میں اپنی منزل متعین کرے اور اسی کے احکام کے تحت قانون سازی کا کام ہو۔

مَلفُوظات

از

حضرت

خواجہ نظام الدین

محبوب الٰہیؒ —

"حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ نے فرمایا کہ جس شخص کو کوئی مہم یا مشکل درپیش ہو، وہ سورہ فاتحہ کو اس طرح پڑھے !!

پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے اور الرحیم کے میم کو الحمد للہ کے لام سے یوں ملائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ ---- الخ جب الرحمٰن الرحیم پر پہونچے تو اسے تین بار پڑھے اور جب سورہ ختم کرے تو تین بار آمین کہے، اس طرح سورہ فاتحہ پڑھنے سے حق تعالےٰ اس شخص کی مہم سر کر دیتا ہے، مشکل آسان کر دیتا ہے۔

سورہ فاتحہ کا ہی ذکر کرتے ہوئے حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ نے فرمایا کہ پورے قرآن مجید میں جو کچھ ہے، ان کی تعداد دس ہے، ان نکات میں سے آٹھ سورہ فاتحہ میں موجود ہیں۔

قرآن حکیم میں جو دس نکات ہیں، ان کی ترتیب یہ ہے :

(۱) ذات (۲) صفات (۳) افعال (۴) ذکر معاد (۵) تزکیہ (۶) تخلیہ (۷) ذکر اولیاء

(۸) ذکر اعداء (۹) محاربۂ کفار (۱۰) احکام شرع

بعدازاں ارشاد فرمایا کہ اِن دس نکات میں سے آٹھ سورہ فاتحہ میں موجود ہیں :

(۱) ذات یعنی اَلحَمدُ لِلّٰہِ (۲) افعال یعنی رَبِّ العٰلمین

(۳) صفات یعنی الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ (۴) ذکر معاد یعنی مٰلِکِ یَومِ الدِّینِ

(۵) تزکیہ یعنی اِیَّاکَ نَعبُدُ (۶) تخلیہ یعنی اِیَّاکَ نَستَعِینُ

(۷) ذکر اولیاء یعنی اِھدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِیمَ صِرَاطَ الَّذِینَ اَنعَمتَ عَلَیھِم

(۸) ذکر اعداء یعنی غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیھِم وَلَا الضَّآلِّینَ ۔

قرآن شریف کی تلاوت کا ذکر چل رہا تھا، آپؒ نے فرمایا: "مسجد میں بیٹھ کر پورا قرآن ختم کرنے سے بہتر ہے کہ گھر پر قرآن کا ایک پارہ پڑھا جائے "۔

اِس کے بعد آپؒ نے فرمایا: "قرآن کی تلاوت کرنے اور اسے سننے میں جو سعادت نصیب ہوتی ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک انوار، دوسرے احوال اور تیسرے آثار، سعادت کی یہ تین قسمیں تین عالموں سے نازل ہوتی ہیں۔ ایک عالم مُلک دوسرا عالم ملکوت اور تیسرا عالم جبروت، عالم مُلک اور عالم ملکوت کے درمیان عالم جبروت ہے۔

ان عالموں سے جو سعادتیں نازل ہوتی ہیں، ان کے اترنے کے بھی تین مقام ہیں۔ ایک مقام ارواح، دوسرے مقام قلوب اور تیسرے مقام جوارح،

پہلی سعادت یعنی انوار عالم ملکوت سے مقام ارواح پر نازل ہوتی ہے۔

دوسری سعادت یعنی احوال عالم جبروت سے مقام قلوب پر نازل ہوتی ہے۔

تیسری سعادت یعنی آثار عالم مُلک سے مقام جوارح پر نازل ہوتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ تلاوتِ قرآن شریف سے انوارالہٰیہ عالم ملکوت سے مقام ارواح پر نازل ہو کر اسے منور کرتے ہیں، اس طرح مسلسل تلاوت کرنے سے دل انوارالہٰیہ سے روشن ہوجاتا ہے اور عالم جبروت سے احوال اس کے قلب پر منکشف ہونے لگتے ہیں اور جب احوال منکشف ہوتے ہیں تو قرآن کی تلاوت کرنے اور سننے والے کی آنکھیں ڈبڈبا آتی ہیں، اس پر ایک گونا کیفیت طاری ہوتی ہے۔ کبھی وہ خوشی سے جھوم اٹھتا ہے، کبھی خوف سے کانپ اٹھتا ہے، حمد وثنا کے وقت استغراق کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔

آپؒ کی زبان مبارک سے ارشاد ہوا کہ قرآن کی تلاوت کرنے والے کو کسی آیت میں جب لذت وذوق اور راحت وطمانیت ملے تو اسے چاہئے کہ وہ اس آیت کی بار بار تلاوت کرے اور اس سے مزید راحت اور طمانیت حاصل کرے۔

تلاوتِ قرآن اور قرآن کو حفظ کرنے کے بارے میں آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ اگر قرآن کا حفظ کرنا میسر نہ ہو،

تو اسے ناظرہ پڑھ لینا بہت اچھا رہے گا، اس طرح آنکھ کو بھی اس نعمت کا حصہ مل جائے گا۔ بعد ازاں فرمایا کہ شیخ کبیرؒ (شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہ العزیز) جس شخص کو بھی قرآن حفظ کرنے کا حکم فرماتے، اس سے کہتے کہ پہلے سورۂ یوسف حفظ کر دکیونکہ جو شخص سورہ یوسف حفظ کرتا ہے، اس کی برکت سے حق تعالے اس کے لئے سارا قرآن حفظ کرنا ممکن بنا دیتا ہے۔

اس مفہوم کی مناسبت سے ارشاد ہوا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص قرآن حفظ کرنے کی نیت رکھتا ہے، مگر کسی وجہ سے یہ مقصد حاصل نہیں کر پاتا، وہ شخص جب اس نیت کو دل میں لئے ہوئے اس جہان سے گذر جاتا ہے تو اس کو قبر میں دفن کئے جانے کے بعد ایک فرشتہ اس کے لئے بہشت سے ایک ترنج (ایک بہشتی پھل جو بڑے لیموں کے مانند ہوتا ہے) لے آتا ہے اور اس کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ جب وہ اس ترنج کو گلے سے اتارتا ہے تو تمام قرآن اس کو زبانی یاد ہو جاتا ہے، چنانچہ کل جب قیامت آئے گی تو وہ روز محشر میں حافظ قرآن کی حیثیت سے اٹھایا جائے گا۔

خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ نے فرمایا کہ قرآن مجید کی تلاوت کے مراتب کی آٹھ قسمیں ہیں، آپؒ نے ان میں سے پانچ قسموں کا ذکر کیا، پہلی قسم یہ ہے کہ قرآن پڑھتے وقت پڑھنے والے کے دل کا تعلق خدائے تعالےٰ سے ہو، اگر میسر نہ ہو تو چاہئے کہ وہ جو کچھ پڑھے اس کے معانی دل میں اترتے جائیں، اور اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو چاہئے کہ قرآن مجید پڑھتے وقت خدائے تعالےٰ کی عظمت اور جلال کا تصور دل کے اندر لائے۔

حاضرین میں سے ایک نے پوچھا: "کیا تعلق باللہ کے یہاں بھی وہی معانی ہیں جو آپؒ پہلے فرما چکے ہیں؟
آپؒ نے جواب میں فرمایا، "ہاں ٹھیک ہے البتہ وہ تعلق اللہ کی ذات سے تھا اور یہ تعلق اس کی صفات سے ہے۔"

تلاوت کے مرتبہ چہارم کے بارے میں ارشاد فرمایا: "تلاوت کرتے وقت، تلاوت کرنے والے پر یہ احساسِ حیا غالب ہونا چاہئے کہ میں اس قرآنی دولت کے لائق نہیں ہوں اور میں اس کی سعادت کا بھی اہل نہیں ہوں اگر تلاوت کرنے والا اپنے آپ پر یہ کیفیت طاری نہیں کر سکتا تو کم از کم اس کو اس بات کا احساس کر لینا چاہئے کہ تلاوت قرآن کا اجر دینے والا خدائے تعالےٰ ہے اور وہ یقیناً مجھے اس کا اجر عطا کرے گا۔

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق
(علامہ اقبالؒ)

پیغمبرِ اسلام حضرت محمّد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کے فرمودات کی روشنی میں

- سورۂ ملک ہر شب پڑھنے والا عذاب قبر اور عذاب حشر سے محفوظ رہے گا۔
- سورۂ یٰسین ہر صبح پڑھنے والا یقیناً جنتی ہوگا، اس کی ہر مشکل حل ہوگی۔
- ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنے والے کو اللہ تعالےٰ یقیناً جنت عطا فرمائے گا۔
- ہر روز سورۂ دہر پڑھنے والے پر جنت واجب کی جاتی ہے۔
- ہر شام سورۂ واقعہ پڑھنے والے کا فقر و فاقہ دور ہوتا ہے۔
- سورۂ والعصر مدام پڑھنے والے کا سلامتی ایمان سے خاتمہ ہوگا۔
- سورۂ اخلاص بکثرت پڑھنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی۔
- سورۂ فاتحہ کو کلید جنت اور ہر مرض کی دوا فرمایا ہے۔
- سورۂ قدر صبح و شام تین تین بار پڑھنے سے فراخیٔ رزق اور لوگوں میں عزت عطا ہوتی ہے۔
- سورۂ الہاکم التکاثر ہزار آیات کے برابر ہے، ثواب اور رزق میں فراخی ہوتی ہے۔
- سورۂ مدثر محتاج غریب روزانہ پڑھا کرے انشاءاللہ غنی اور مالدار ہو جائے گا۔
- سورۂ قریش پڑھ کر کھانا کھائیں نظر بد سے محفوظ رہیں گے۔
- آخر کے دونوں قل شریف پڑھ کر دم کریں شر حاسد و سحر و بلیات دور ہوں گے۔
- سورۂ ھمزہ پڑھ کر آنکھ پر دم کریں انشاءاللہ آرام ہوگا۔
- آیت حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ط
ہر روز سات بار پڑھیں اللہ تعالےٰ دنیا اور آخرت کے مہمات سر کرے گا۔
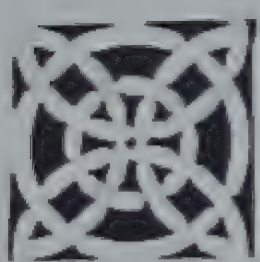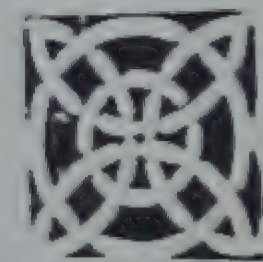
تفسیر روحانی

آدمی میں تین چیزیں فساد کا باعث ہیں. شیطان ان تین چیزوں کی وجہ سے انسان پر غالب آجاتا ہے، ایک غیض و غضب یا غصہ دوسری شہوت اور تیسری طمع یا حرص و ہوس ۔

غیض و غضب ظلم کا باعث بنتا ہے، ظلم کی تین قسمیں ہیں، ایک ظلم شرک یعنی اللہ کی ذات میں کسی دوسرے کو شریک کرنا، اگر ہم نے ایسا کیا تو گویا یہ اللہ پر ظلم ہوا اور اللہ اسے کبھی معاف نہیں کرے گا ۔

دوسرا ظلم بالعباد ہے، یعنی اللہ کے بندوں پر ظلم، مثلاً کسی کی حق تلفی کرنا، کسی کا دل دکھانا، اس کی تلافی ہو سکتی ہے ۔

تیسرا ظلم ظلم بالنفس ہے. یعنی اپنے نفس پر ظلم، یعنی عبادات میں کوتاہی کرنا، فرض سے منہ موڑنا، توبہ استغفار سے اس کی بھی تلافی ممکن ہے ۔

شہوت سے حرص کے ساتھ ساتھ بخل بھی پیدا ہوتا ہے ۔
غیض و غضب سے نخوت اور تکبر کا احساس اجاگر ہوتا ہے ۔
طمع یا حرص و ہوس سے کفر اور بدعت کا ظہور ہوتا ہے ۔

ان چھ چیزوں سے ایک اور کیفیت پیدا ہوتی ہے، اس کا نام حسد ہے حسد انسان کے اخلاق کو بگاڑ دیتی ہے اور شیطان انسان کے حواس پر پوری طرح مسلط ہو جاتا ہے ۔

ان تمام ناپاک بیماریوں کا علاج خداوند قدوس نے سورہ فاتحہ میں نازل فرمایا ہے، چونکہ اس سورہ کے پڑھنے سے انسان کا نفس مذکورہ بالا تمام آلودگیوں سے پاک اور صاف ہو جاتا ہے، اس وجہ سے اسے سورۃ الشافیہ اور سورہ الرقیہ بھی کہا گیا ہے ۔

جس وقت بندہ سچے دل سے، خلوص نیتی سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہتا یا پڑھتا ہے تو اس میں سے غیض و غضب اور شہوت زائل ہو جاتے ہیں. کیونکہ اس آیت ایمانی میں باری تعالےٰ کے تین نام ہیں، اللہ، رحمٰن، اور رحیم، اور اللہ جل شانہ کے یہ تینوں اسماء، مذکورہ بالا تینوں کیفیتوں کو زائل کر دیتے ہیں ۔

اسی طرح جب بندہ صدق دل سے " الحمدللہ رب العلمین کہتا ہے تو طمع اور بخل اس سے دور بھاگ جاتے ہیں ، کیونکہ اس آیت کا مفہوم سمجھنے کے بعد انسان کو اس بات کا کامل یقین ہو جاتا ہے کہ جب کل جہانوں کا پالنہار رب العلمین ہے تو وہ میری پرورش اور پرداخت میں کوتاہی نہیں کرے گا۔ اس یقین کے ساتھ حرص دنیا، طمع، لالچ اور بخل اس سے جاتا رہتا ہے۔

اس کے بعد جب بندہ دل کی گہرائیوں سے الرحمٰن، الرحیم اور مالک یوم الدین کہتا ہے تو وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ جب شہنشاہوں کا شہنشاہ رحم والا، مہربان ہے اور یوم حساب کا مالک بھی وہی ہے تو پھر میرا غیض وغضب کس کے لئے ؟ بس اس خیال کے آتے ہی وہ غیض وغضب چھوڑ دیتا ہے۔

اسی طرح "ایاک نعبد وایاک نستعین " سے انسان کا غرور اور تکبر جاتا رہتا ہے، جب وہ اسی کی عبادت کرنے اور اسی سے استعانت طلب کرنے کی دعا مانگتا ہے تو مانگنے والا کس بات پر غرور اور تکبر کر سکتا ہے؟ اسی لئے کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے ؂

غرور و تکبر تیری چیز ہے
رہی عاجزی وہ میری چیز ہے

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہنے کے بعد انسان میں سے کفر وضلالت دور ہو جاتے ہیں، کیونکہ کفر وضلالت سے بیزار ہونے کے بعد ہی انسان سیدھے راستے پر چلنے کی ہدایت مانگتا ہے۔

اس طرح سورۃ المناجۃ کے ذریعہ انسان اللہ تعالےٰ سے تطہیر قلبی کی دعا مانگتا ہے اور اس کے جواب میں اللہ تبارک وتعالےٰ اس کے سامنے زندگی کا پورا دستور العمل رکھ دیتے ہیں کہ لو یہ ہے تمہارا نصب العین جس پر چل کر جس پر عمل پیرا ہو کر تم ایک مکمل انسان بن سکتے ہو۔ ایسا انسان جو صحیح معنوں میں زمین پر اللہ کا خلیفہ بننے کا حق رکھتا ہے اور جو درحقیقت تمام مخلوقات میں اشرف اور افضل ہے، اس طرح یہ سورہ نہ صرف قرآنی تعلیمات کی بنیاد ہے بلکہ انسانیت کی بھی بنیاد ہے۔

اگر اللہ کا بندہ اس بنیاد پر اپنے اخلاق وعادات کی عمارت کھڑی کرتا ہے تو وہ اس مقام کو چھو لیتا ہے جہاں پہونچ کر فرشتے اس کو سجدہ کرتے ہیں اور خدا اس سے پوچھتا ہے کہ بتا تیری رضا کیا ہے؟

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا ہو جدّت کردار

علامہ اقبالؔ

سبع من المثانی

سات دہرائی جانے والی آیات

مثانی سے مراد دہرانا ہے، اور سبع کے معانی سات کے ہیں، یعنی سات دہرائی جانے والی آیات۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مثانی کا اشارہ سورہ فاتحہ کی طرف کیا ہے، خود اللہ تعالیٰ نے اس مختصر سورہ کو "قرآن عظیم" سے تعبیر کیا ہے۔

"شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں:

" مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ احسان شمار کراتے ہیں کہ آپ کو سورہ فاتحہ عطا کی گئی ہے جو بار بار دہرائی جاتی ہے۔ جس میں سات آیتیں ہیں اور درحقیقت یہی بڑا قرآن ہے یعنی سورہ فاتحہ ہی کو قرآن عظیم فرمایا گیا۔

سورہ فاتحہ کو مثانی کیوں کہا گیا؟ اس کے مختلف اسباب ہیں، ہم ان میں سے چند کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱) یہ سورہ ہر نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہے اور ہر نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہے۔ (۲) سورہ فاتحہ دو حصوں میں تقسیم ہوگئی ہے ایک حصہ عبد یعنی بندے کا ہے اور دوسرا حصہ معبود یعنی اللہ جل شانہ کا ہے، اس سلسلے میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ میں نے سورہ فاتحہ کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان آدھوں آدھ تقسیم کر دیا ہے ابتداء کی تین آیتیں میرے لئے ہیں اور بعد کی چار آیتیں بندے کے لئے ہیں۔

(۳) حضرت حسین بن فضیلؒ کا قول ہے کہ سورہ فاتحہ کو مثانی اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا نزول دو مرتبہ ہوا، ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں اور دوسری بار مدینہ منورہ میں ہر مرتبہ کا نزول اس شان سے ہوا کہ ستر ہزار فرشتے اس کے جلو میں تھے۔

(۴) حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ سورہ فاتحہ کو مثانی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ایک مستثنیٰ سورت ہے جو صرف اسی امت کو عطا ہوئی اور کسی امت کو عطا نہیں ہوئی،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا
اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ط

❖

اے پیغمبر (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) یہ قرآن بڑی برکت والی کتاب ہے اس کو ہم نے آپ پر اس لئے نازل کیا کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور و فکر کریں اور عقل و فراست والے اس کے مطالب سے نصیحت حاصل کریں۔

پیشکش

ریاض الدین عبد الغنی حبیبی

❖

جی/۳ شانتی نیکیتن ۔ ایس ۔ جی ۔ بروے مارگ
کرلا
بمبئی ۴۰۰۰۷۰
ٹیلیفون
۵۱۲۲۳۹۸

❖

اقراء

ابوالاثر حفیظ جالندھری (مرحوم)

❖

اٹھا غارِ حرا سے ابرِ رحمت شانِ حق لے کر
لبِ اقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ لے کر

❖

سنایا آکے اہلِ بیت کو مژدہ رسالت کا
انھیں ایمان پہلے ہی سے تھا حق و صداقت کا

❖

کہا اس خالقِ ہستی کے جلوے پر رہو شیدا
اسی کا نام لینا چاہئے جس نے کیا پیدا

❖

وہ جس نے گوشت کے ایک لوتھڑے کو زندگی بخشی
بنائی شکل انساں اور ایسی برتری بخشی

❖

ذریعے سے قلم کے جس نے دی تعلیم انساں کو
اسے وہ کچھ سکھایا جو نہ آسکتا تھا ناداں کو

❖

سورۂ فاتحہ کے مختلف نام

اور

اُنکی وجہ تسمیہ

نمبر شمار	سورۃ فاتحہ کے مختلف نام	وجہ تسمیہ
۱	فاتحة الكتاب	اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قرآن شریف اس سورہ سے شروع ہوتا ہے۔
۲	سورہ فاتحہ	چونکہ نماز میں پہلے یہی سورہ پڑھی جاتی ہے اس لئے اس سورہ کا دوسرا نام سورہ فاتحہ ہے۔
۳	الحمد	اس سورہ کی ابتدا لفظ الحمد سے ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اس سورہ کو سورہ الحمد بھی کہتے ہیں۔
۴	الشكر	حمد کی بنیاد شکر ہے اور انسان اللہ رب العلمین کا شکر اس لئے ادا کرتا ہے کہ وہ اس کے فیضان سے ہر آن ہر لمحہ مستفیض ہوتا رہتا ہے۔
۵	الكنز	الکنز خزانے کو کہتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ یہ سورہ عرش کے نیچے کے خزانے سے نازل ہوئی ہے۔
۶	المناجاة	مناجات کے معانی دُعا کے ہوتے ہیں اور اس سورہ کا پیرایہ دعائیہ ہے اور اسے روزانہ عبادت کا ایک لازمی جز قرار دیا گیا ہے اس لئے اس سورہ کا ایک نام سورۃ المناجاۃ ہے۔
۷	التفويض	بندہ ایاک نستعین کہہ کر اپنے تمام کام اللہ تبارک تعالےٰ کے سپرد کر دیتا ہے اس وجہ سے اس سورہ کو التفویض بھی کہتے ہیں۔
۸	الواقيه	چونکہ اس سورہ کے پڑھنے والے پر دوزخ کے ساتوں دروازے بند ہو جاتے ہیں اور اس کا پڑھنے والا اللہ کے غیض و غضب سے محفوظ اور مامون رہتا ہے اس لئے اسے سورہ الواقیہ بھی کہتے ہیں۔

۹ الشافیہ

یہ سورہ تمام دردوں، مرضوں اور تکلیفوں کے لئے باعثِ شفا ہے اسی سبب سے اس کا نام سورہ الشافیہ بھی ہے۔

۱۰ الراقیہ

رقیہ منتر کو کہتے ہیں، یہ سورہ ہر بیماری، ہر دکھ درد کے لئے تریاق کا کام دیتی ہے اس لئے اسے سورہ الراقیہ بھی کہتے ہیں۔

۱۱ الاساس

اساس کے معانی بنیاد کے ہیں، یہ سورہ نماز کی بنیاد ہے اس کے علاوہ یہ سورہ قرآن کی بنیاد ہے اسی سبب سے یہ سورہ الاساس کے نام سے بھی منسوب ہے۔

۱۲ الصلوٰۃ

چونکہ اس سورہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اس وجہ سے اسے سورۃ الصلوٰۃ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے،

۱۳ سبع المثانی

چونکہ یہ سورہ ہر نماز میں دہرائی جاتی ہے اور دن رات اس کا ورد جاری ہے، اس کے علاوہ اس میں سات آیتیں موجود ہیں، اس کی وجہ سے اسے سورہ سبع المثانی کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

۱۴ قرآن عظیم

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سب سے بڑی، سب سے بہتر اور سب سے افضل سورہ فرمایا ہے۔ اس لئے اس سورہ کا ایک نام سورہ قرآن عظیم بھی ہے۔

۱۵ تعلیم المسئلہ

اس سورہ میں اللہ جل شانہ نے اپنے بندے کو مانگنے کے طور طریق کی تعلیم دی ہے، جس کی وجہ سے اسے سورہ تعلیم المسئلہ بھی کہتے ہیں۔

۱۶ الکافیہ

سورہ فاتحہ میں اور قرآن کے بقیہ حصے میں اجمال اور تفصیل کا سا تعلق ہے، اس سورہ کا پڑھنا، تمام سورتوں کے پڑھنے پر کافی ہے اس لئے اسے سورہ الکافیہ بھی کہتے ہیں۔

۱۷ امّ القران یا امّ الکتاب

یہ ایک ایسی سورۃ ہے جس میں مطالب قرآن کی جامعیت اور مرکزیت ہے جو قرآن کی تمام سورتوں میں اپنی نمایاں اور مقدم جگہ رکھتی ہے، اس وجہ سے اسے سورہ ام القرآن بھی کہتے ہیں۔

شروع کرتا ہوں اللہ جل شانہ کے نام سے
جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

سورۂ فاتحہ

منزل ۱

سورۃ ۱

نوٹ : یہ سورہ مکی ہے، اس میں سات آیتیں ہیں اور ایک رکوع ہے، قرآنی ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن کی اولین سورہ ہے، جو مکمل طور پر نازل ہوئی، مگر ترتیب نزول کے حساب سے یہ قرآن کی پانچویں سورہ ہے، چونکہ یہ قرآن کی سب سے پہلی سورہ ہے، اس سے قرآن شروع ہوتا ہے، اس سے قرآن کا افتتاح ہوتا ہے، اس لئے اسے فاتحۃ الکتاب کہا جاتا ہے، یہ ہر نماز میں پڑھی جاتی ہے۔ اس لئے اسے سبع المثانی بھی کہتے ہیں، اس سورہ کو ام القرآن بھی کہتے ہیں، کیونکہ یہ ایک ایسی سورہ ہے جس میں مطالب قرآنی کی جامعیت اور مرکزیت ہے، اس سورہ کا ایک نام اساس القرآن بھی ہے، یعنی قرآن کی بنیاد گویا سورۂ فاتحہ قرآن کی بنیاد ہے۔

فضیلت :- سورہ فاتحہ وہ سورہ ہے، جس کے بغیر نماز نہیں پڑھی جا سکتی یہ ہر مرض کی شفا ہے اور ہر حاجت کے لئے مشکل کشا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضؓ کو یہ سورۃ تلقین کی اور فرمایا: "اس کے جیسی کوئی سورہ نہیں"، ایک جگہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ

سورۂ فاتحہ کی نظیر نہ تورات میں نازل ہوئی، نہ انجیل نہ زبور میں اور نہ خود قرآن کریم میں کوئی دوسری سورت اس کی مثل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سب سے بڑی اور سب سے بہتر سورہ بھی فرمایا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ شیطان چار مرتبہ خاص طور سے رویا اور چلایا، ان چار میں سے ایک موقعہ نزول سورہ فاتحہ کا ہے۔

عربی الفاظ اردو معنی

عربی الفاظ	اردو معنی	عربی الفاظ	اردو معنی
حَمۡد	تعریف	اِھۡدِ	ہدایت
رَبّ	پالنے والا	صِرَاط	راستہ
عَالَم	دنیا (عالمین جمع کا صیغہ)	مُسۡتَقِیۡم	سیدھا
رَحۡمٰن	مہربانی کرنے والا	اَلَّذِیۡنَ	وہ لوگ
رَحِیۡم	رحم کرنے والا	اَنۡعَمۡتَ	تونے انعام کیا
مَالِكِ	آقا، مالک	عَلَیۡھِمۡ	ان کے اوپر
یَوۡم	روز، دن	غَیۡر	سوا
اَلدِّیۡن	جزا اور سزا، انصاف	مَغۡضُوۡب	غضب کئے گئے (گناہ گار)
اِیَّاكَ	صرف تیری ہی	ضَآلِّیۡن	بھٹکے ہوئے، بہکے ہوئے، بدعقیدہ، جو اللہ کے سوا دوسروں پر بھروسہ رکھتے ہیں۔
نَعۡبُدُ	عبادت کرتے ہیں		
نَسۡتَعِیۡن	اعانت، مدد چاہتے ہیں		

اردو ترجمہ

تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں، جو سارے جہانوں کا پالنہار ہے (جو) بے حد مہربان اور نہایت رحم والا ہے، وہی روز جزا اور سزا کا مالک ہے، اے اللہ۔! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں اے اللہ تو ہم کو سیدھی راہ چلا، (سیدھا راستہ بتا) وہ راستہ جس پر چل کر لوگوں نے تیرا انعام پایا، اے اللہ۔! تو ہمیں اس راستے سے بچا، جس راستے پر چلنے سے تیرا غیض و غضب نازل ہوتا ہے۔ آمین۔ ثم آمین۔!!

دُعا

مرحوم آغا حشر کاشمیری

آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کے لئے
بادلو ہٹ جاؤ دے دو راہ جانے کے لئے
اے دُعا! ہاں عرض کر عرشِ الہٰی تھام کے
اے خدا! اب پھیر دے رخ گردشِ ایام کے
صلح تھی کل جن سے اب وہ برسرِ پیکار ہیں
وقت اور تقدیر دونوں درپئے آزار ہیں
ڈھونڈتے ہیں اب مداوا سوزشِ غم کے لئے
کر رہے ہیں زخمِ دل فریاد مرہم کے لئے
رحم کر اپنے نہ آئینِ کرم کو بھول جا
ہم تجھے بھولے ہیں، لیکن تو نہ ہم کو بھول جا
خلق کے راندے ہوئے، دنیا کے ٹھکرائے ہوئے
آئے ہیں اب تیرے در پہ ہاتھ پھیلائے ہوئے
خوار ہیں بدکار ہیں، ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں
کچھ بھی ہیں لیکن تیرے محبوب کی امت میں ہیں
حق پرستوں کی اگر کی تو نے دل جوئی نہیں!
طعنہ دیں گے بت کہ مُسلم کا خدا کوئی نہیں
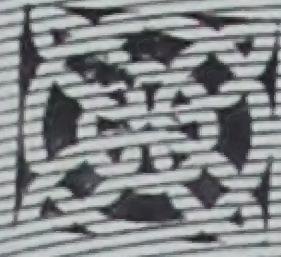
ایک روز کفارانِ قریش پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر
ہوئے اور کہا کہ آپ ہمیں اپنے اللہ واحد کا حسب نسب بتائیے۔ اسی وقت اللہ الصمد
نے آپ پر سورۂ اخلاص نازل فرمائی۔ آپ نے جب کفارانِ قریش کے سامنے یہ مختصر
سورہ پڑھی تو وہ اپنا سا منہ لے کر چلے گئے۔

قرآن مجید جس دین کو پیش کرتا ہے۔ اس کی بنیاد تین عقائد پر ہے۔
ایک توحید، دوسرے رسالت اور تیسرے آخرت۔ چونکہ سورۂ اخلاص خالص توحید
کو بیان کرتی ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورہ کو ایک تہائی قرآن کے
برابر قرار دیا ہے۔ آپ نے مختلف طریقوں سے مسلمانوں کو اس کی اہمیت کا احساس دلایا
تاکہ وہ کثرت سے اس سورہ کو پڑھا کریں اور عوام الناس میں اسے پھیلائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابہ کو سردار بنا کر ایک مہم پر روانہ
فرمایا۔ سفر کے دوران اور مہم کے دوران ان صحابی کا مستقل یہ طریق کار رہا کہ وہ ہر
نماز میں "قل هو الله احد" الخ پر قرأت ختم کرتے تھے۔ واپسی
پر ان کے ساتھیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا۔ آپ نے
فرمایا کہ ان سے پوچھو وہ ایسا کیوں کرتے تھے۔ جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی۔ تو
انھوں نے جواب دیا کہ اس میں رحمٰن کی صفت بیان کی گئی ہے اس لئے اس کی تلاوت
مجھے بہت محبوب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی تو لوگوں سے فرمایا کہ جاؤ انھیں
خوشخبری دو کہ اللہ الصمد لم یلد ولم یولد انھیں محبوب رکھتا ہے۔

دربارِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں عرضداشت

پیش کردہ

شمس العلماء خواجہ الطاف حسین حالی پانی پتی

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں آج وہ غریب الغربا ہے

جس دین کے مدعو تھے کبھی سیزر و کسریٰ
خود آج وہ مہمان سرائے فقرا ہے

وہ دین ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں
اب اس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے

جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے

جس دین نے غیروں کے دل آکے ملائے
اس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جدا ہے

جس دین کی حجت سے سب ادیان تھے مغلوب
اب معترض اس دین پہ ہر ہرزہ درا ہے

ہے دین ترا اب بھی وہی چشمۂ صافی
دینداروں میں پر آب ہے باقی نہ صفا ہے

دولت ہے، نہ عزت، نہ فضیلت، نہ ہنر ہے
ایک دین ہے باقی سو وہ بے برگ ونوا ہے

گو قوم میں تیری نہیں اب کوئی بڑائی
پر نام تری قوم کا یاں اب بھی بڑا ہے

ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر
مدت سے اسے دورِ زماں میٹ رہا ہے

فریاد ہے اے کشتئ امت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

تدبیر سنبھلنے کی ہماری نہیں کوئی
ہاں ایک دعا تیری، کہ مقبول خدا ہے

حرفِ آخر

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے :

" ماں باپ کے ساتھ اچھا سے اچھا سلوک کرو اور ان کی خدمت کرو " ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا : " مجھ پر خدمت اور حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق کس کا ہے ؟ " آپ نے ارشاد فرمایا : " تمہاری ماں — ! میں پھر کہتا ہوں تمہاری ماں — !! ہاں، میں پھر کہتا ہوں تمہاری ماں — !!! "

اور

وہی ماں ۲۳، دسمبر ۱۹۸۵ء کو داغ مفارقت دے گئیں ۔ جن کی خدمت اور حسن سلوک کا مجھے سب سے زیادہ حق حاصل تھا، مگر اس کے باوجود میں اس سے عہدہ برآنہ ہو سکا جس کا مجھے تادم حیات قلق رہے گا ۔

اگر میں " قرآن کے مطالعے سے " حصہ دوم مرحومہ کے نام منسوب کر دوں تب بھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کیونکہ

عمر بھر اس کی محبت میری خدمت گر رہی

لہٰذا مالک یوم الدین کی بارگاہ میں دعا ہے ـــ

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

غم گسار

ریاض آفندی